کامیابی کی کُنجی

شو برت لال ورمن

شیوبرت لال ورمن

پبلشرز

لاجپت رائے اینڈ سنز تاجرانِ کتب

اُردو بازار دہلی

بار ہفتم | سنہ ١٩٦٨ء | قیمت ایک روپیہ

(مسعود لیتھو پریس دہلی)

دیباچہ

ہر کارے کہ ہمت بستہ گردد
اگر خارے بود گلدستہ گردد

ہمت شرط ہے۔ پھر انسان کیا کچھ نہیں کرسکتا۔ مگر ہمت حاصل کرنے کے لئے محنت، تعلیم، باقاعدہ زندگی، ماں باپ کی نصیحت، اچھوں کی صحبت، کتنی باتیں ہیں جن سے انسان کو استفادہ کرنا چاہیئے۔ انسان کس طرح اپنے پیچھے باہمت اولوالعزم اور صاحب دل اولاد چھوڑ سکتا ہے۔ ایک ایسی بات ہے جس کی ہر شخص کو خواہش ہوتی ہے۔ مگر کم آدمیوں کو اس کا موقع ملتا ہے۔

اس مختصر سی کتاب میں اسی بات پر بحث کی گئی ہے اس کتاب کے مضامین ہمارے ماہواری رسالہ ساد ھو میں شائع ہو چکے ہیں۔ پہلے آرٹیکل میں سٹوری صاحب کی تحریر سے کسی قدر مدد لی گئی ہے۔ اور حتی المقدور پھر اسے مفید اور عام فہم بنانے کی کوشش مدِ نظر رہی ہے۔

آجکل اس قسم کے لٹریچر کی ملک میں کس قدر ضرورت ہے ہر کس و

ناکس جانتا ہے، ماں باپ اور اولاد دونوں کو ایسی مفید باتوں سے آگہی پیدا کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ابھی تک ہم کو اس ضرورت کا احساس نہیں ہوا۔

مصلحت وقت سمجھ کر ہم نے اس کی ابتدا کر دی ہے تاکہ اوروں کو بھی تحریک ہو۔ اگر عوام میں ایسی کتابوں کے دیکھنے کا شوق پایا گیا تو ہمارا ارادہ ہے کہ دو تین رسالے اسی نوعیت کے اور قلمبند کریں۔

(شیو)

اسی مصنف کی دیگر کتب !

روحانی اشارے۔	سائیں کے سوخیال۔	میراں بائی
1.25	1.50	1.25

بابِ اوّل

قوّتِ ارادی اور اس کی تکمیل

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق
باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

اِنسان کی بہتری و برائی اس کے ہاتھ میں ہے اگر وہ بہتری چاہتا ہے تو کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکتی۔ اگر وہ بدی کی طرف مائل ہے تو کوئی اس کو سنبھال نہیں سکتا۔ یہ ایک ایسی سچی بات ہے۔ جو کم از کم ہر ہندو کو خواہ وہ کسی فرقہ کسی خیال کسی دھرتی کا ہو ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ ان کا فرض ہے کہ ہر وقت موقع و محل کے مطابق اپنے ساتھ رہنے والے دوست۔ احباب۔ بال بچے۔ عزیز رشتہ دار بیوی اور بہن ہر ایک کے ذہن نشین کراتا رہے کہ ہماری قسمت ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے۔ ہم جیسا چاہیں ویسا بن سکتے ہیں۔ ہمارے سر نوشت اپنے ہی اعمال افعال اور اقوال کے نتیجے ہوتے ہیں۔ اس قسم کی تعلیم اس ملک میں ہمیشہ سے دی گئی ہے۔ کسی روحانی معلم نے اس کو نظر انداز نہیں کیا۔ سب معاملوں میں خواہ وہ دھرم کے ہوں یا کرم کے۔ مجلسی حالات سے متعلق ہوں یا مذہبی امور سے۔ لوک کا معاملہ ہو یا پرلوک کا۔ ہمیشہ کہا گیا ہے کہ سب کی بہتری تمہارے اپنے ہاتھوں میں ہے۔

مگر یہاں یہ سوال اُٹھتا ہے کہ بہتری کی خواہش کرتے ہوئے بھی ہم

کیوں متواتر اس قدر گرتے چلے جا رہے ہیں۔ ہزاروں برسوں سے ہندوؤں کی عظمت کی دیوار کی بُنیاد اب کس وجہ سے متزلزل ہو رہی ہے۔ قومی نقطۂ نگاہ سے ہم گرے ہوئے ہیں۔ بحیثیت ملک ہم وہ نہیں ہیں۔ جو ہم کو ہونا چاہیئے۔ اتنی کوشش پر بھی نتیجہ قابلِ اطمینان نہیں۔ یہ اعتراض فرضی نہیں حقیقت پر مبنی ہیں ان کے جواب ہم بہت ہی مختصر مگر پُر معنی دیں گے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے کام کرنے والوں میں بڑے نقص ہیں۔ خرابی کے سامان کی نسبت بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ مختلف قسم کے حالات و واقعات مذہبی اعتقادات و توہمات سب ان خرابیوں کے باعث قرار دیئے جا سکتے ہیں مگر ہم ان سب باتوں کو نظر انداز کر دیں گے۔ ہماری دانست میں صرف ایک ہی نقص اہم ہے۔ یعنی جس بُنیاد پر انسان کی سرگرمی کی عمارت کھڑی کی جانی چاہیئے۔ اس کی جانب کامیابی نظر نہیں آتی۔ اور خلافِ اُمید ناکامی کے خدشوں اور غموں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

آپ پوچھیں گے وہ کیا ہے؟ ہم کہتے ہیں۔ وہ کام کرنے والوں کی قوتِ ارادی کی تکمیل نہیں کرتی۔ جن کے جذبات کا رُخ ایک طرف نہیں ہو سکا۔ جن کے طبعی میلان انتشار کے جھونکوں سے مُرجھائے رہتے ہیں۔ جن کے خیالات ایک خاص نقطہ پر قائم ہو کر اِرد گرد کے اثرات سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ ان کا کام ہمیشہ اُدھورا رہے گا۔ اور وہ اسی طرح ٹھوکریں کھاتے رہیں گے۔ جیسا ہمارا اور ہماری قوم کا حال ہو رہا ہے۔ صرف ایک مرتبہ اپنی قوم کو قوتِ ارادی کی تکمیل کی تعلیم دے دو۔ اور ان کی کوشش بار ور ہونے لگیں گی اور وہ جو کام کریں گے سب کا کچھ نہ کچھ نتیجہ ضرور نکلے گا۔

قوتِ ارادی کیا ہے؟

قوتِ ارادی کی تشریح مختصر نقطوں میں ہم اس طرح کریں گے کہ جو طاقت ہمارے دل کے گہرے پردوں میں پوشیدہ رہ کر ہمارے ارادوں ہمارے خیالات اور ہمارے انتخابات اور خواہشات کا فیصلہ کرتی رہتی ہے اور کہ ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ اور کیا نہ کرنا چاہیئے۔ کے گرداب سے نکالتی ہے۔ اس کو قوتِ ارادی یا ارادے کی طاقت کا نام دیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ تشریح مکمل نہیں کہی جا سکتی لیکن ہمارے پڑھنے والے اتنا کم از کم ضرور سمجھ جائیں گے کہ ہم کیا کہنا چاہتے ہیں۔

ہم دماغ رکھتے ہیں اور دماغ میں غور کرنے کی طاقت ہے۔ اور غور کر کے آخر ایک نتیجہ پر قائم ہوتے ہیں۔ آدمی ان سب کو علیحدہ علیحدہ چیزیں سمجھتا ہے اور یہ ایک طرح سے سب علیحدہ علیحدہ ہیں بھی۔ لیکن ان سب کا مجموعہ جب حرکت کی طرف مائل ہوتا ہے تو وہ قوتِ ارادی کی اکائی میں بدل جاتا ہے۔

ہمارے درشن کاروں اور نفسیات کے عالموں نے خواہش اندرونی کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ کہتے ہیں۔ یہ بدھی۔ من اہنکار اور چت ہیں۔ من کا کام ہے۔ سنکلپ وکلپ اٹھانا یعنی پس و پیش کے ساتھ کسی ایک چیز پر خیال دوڑانا۔ چت اس کے تائید مزید خواہ غور مزید کی حالت ہے۔ اہنکار اس کو مضبوط کرتا ہے اور تب بدھی فیصلہ کر دیتی ہے کہ آیا یہ غلط ہے یا صحیح ہے اور جب ان چار حالتوں میں متفق ہو کر ایک

خاص کام کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اسی کو ہم قوتِ ارادی کہتے ہیں۔ اس میں غور۔ تمیز۔ استقلال۔ کرنے دھرنے کی طاقت سب کچھ موجود ہے اور آہستہ آہستہ جب وہ حرکت میں آتی ہے تب کسی قسم کی مایوسی یا ناکامی کا خیال نہیں کرتی۔ صرف کام کی جانب اس کا رُخ ہے۔

قوتِ ارادی زندہ طاقت ہے

جن میں زندگی ہوتی ہے۔ ان کی خواہش اور ارادے میں زور ہوتا ہے۔ یوں تو زندگی ہر چیز میں موجود ہے ننھے سے ذرے سے لیکر بننے معدنیات نباتات اور حیوانات ہیں سب میں کسی نہ کسی صورت سے زندگی موجود ہے۔ اور ان سب میں بڑھنے گھٹنے پھیلنے اور سکڑنے کی خاصیت ہوتی ہے۔ سب اپنی غذا کا سامان آکاش منڈل سے لیتے ہیں۔ لیکن چونکہ عام عقل اس کو کم سمجھے گی اس لئے ہم صرف ان مخلوق کی طرف نگاہ کرتے ہیں جن میں کم و بیش احساس کی قوت تسلیم کی گئی ہے۔ ان سب میں قوت ارادی کی مقدار عجیب طور پر کام کرتی ہوئی ملے گی۔ سب سے پہلے پودوں کو دیکھو یہ زندگی کے لیے کس طرح کشمکش کرتے ہیں۔ عام حیوانوں کی طرح ان میں بھی بیج پیدا کرتے وقت جوش پیدا ہوتا ہے۔ آپ نے غالباً غور کیا ہوگا۔ روشنی میں آنے کے لئے پودے کیسی کوشش کرتے ہیں۔ عام طور پر بیج مٹی کے نیچے دبا رہتا ہے۔ جب انکھوا پیدا ہوتا ہے وہ موقع کے ساتھ جھکتا۔ لچکتا۔ بل کھاتا ہوا اوپر کی طرف اپنے سر کو بلند کرتا ہے اور اگر زمین سے باہر نکلنے پر کوئی اور چیز سدِ راہ ہو گئی

تو وہ اپنے قدرتی میلان کے بموجب عادت کو تبدیل کرتے ہوئے اپنے تنہ
کو غیر معمولی طور پر لمبا کر دے گا۔ اور جب تک کھلی ہوا میں نہ آجائے گا۔
اور سورج کی کرنوں سے ہم کنار ہونے کا موقع نہ ملے گا۔ برابر لڑتا۔
جھگڑتا اپنا راستہ بناتا ہوا باہر آتے گا۔

یہی بات درختوں میں بھی نظر آوے گی۔ ہر درخت میں اکثر ایک
ہی خاص تنہ ہوا کرتا ہے۔ اور درخت کی کوشش یہ رہتی ہے کہ وہ عمود
کی طرح سیدھا نکلے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے اس کو جھکنا یا بل کھانا پڑتا
ہے تو وہ اس وقت تک چین نہ لے گا۔ جب تک وہ اس پر غالب
آکر سیدھا نہ بن جائے اور سر کو اونچا نہ کر لے۔

ان درختوں میں ایکطرح کی چیتنیا موجود ہے بمقابلہ انسان کے
ان کو تم جڑ کہہ لو۔ مگر ان کے ڈھنگ کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا
ہے کہ وہ سکھ دکھ کو محسوس کرتے ہیں۔ لاجونتی کے درخت کو نہ دیکھو۔ اس
قسم کے سینکڑوں اور ہزاروں بلکہ کروڑوں و بیشمار مثالیں مل سکتی
ہیں۔ جن میں ان کے احساس اور سکھ دکھ کے جاننے کا پتہ لگتا ہے۔

جب کسی درخت مثلاً بیر کے تنہ کو کاٹ لیا جاتا ہے اس میں سے
بہت گلے پھوٹتے ہیں اور یہ سب سیدھے نکلتے ہیں۔ ان میں سیدھے رہنے
کی خاصیت اس لئے ہے کہ ان کے بیج میں بھی یہ خاصیت ہوتی ہے۔ چنانچہ
یہ ابھار پودوں کو ورثہ میں ملتا ہے۔ اگر ہم خواہشمند ہوں کہ ہمارے
لڑکے اخلاقی طور پر سیدھے سادے اور سچے ہوں تو ہم کو بھی دیکھنا چاہئے
کہ یہ عادتیں کس حد تک خود ہم میں موجود ہیں اگر ہم میں راست روی نہیں
ہے تو ہمارے بچے بمشکل اچھے نکلیں گے۔ اس لئے اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری

اولاد میں قوتِ ارادی موجود ہو۔ ان کی زندگی زوردار بنے وہ اپنے آپ کو سربرآوردہ بنا سکیں اور زندوں کی فہرست میں ان کا شمار ہو سکے تو سب سے پہلے ہم کو مستقل مزاج ثابت قدم مضبوط دل۔ ہمت بلند اور خود دار بننا چاہیئے تاکہ ہم جو بیج زندگی کے کھیت میں بودیں۔ ان میں یہ خاصیت موجود رہے اور وہ مزید نشوونما کا موقع تلاش کرے۔ ہم نے صرف درختوں کی مثال سے قوت ارادی کی زندہ طاقت کو دکھایا ہے۔ جان داروں میں اس کتابچہ کو پڑھنے والے خود سوچ کر نتیجہ نکال سکتے ہیں کیونکہ زندہ جانداروں کے ساتھ ان کو رہ کر اپنے غور و فکر کے وسیع کرنے کا ہر وقت موقع مل سکتا ہے۔

قوّتِ ارادی میں زور کس طرح پیدا ہوتا ہے؟

قوت ارادی جو زندگی کی اہم ضرورت ہے۔ بہت سی چیزوں کا مجموعہ ہے۔ جیسا ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ ورنہ وہ بطور خود سخت اور کرٹی چیز ہے اور جس میں صرف اہنکار کی مجہولیت و تموگن کی شمولیت ہے۔ ہم ایک ضدی آدمی کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ اس میں قوت ارادی بہت زبردست ہے۔

مگر چونکہ یہ ضد بھدی۔ غیر تربیت یافتہ اور نکّمی ہوتی ہے۔ اس کو قوتِ ارادی کہنا غلطی ہے اس۔ کے لئے بہتر موزوں لفظ خردماغی ہے۔ کیونکہ نہ تو اس سے کچھ فائدہ حاصل ہوتا ہے

نہ اس سے کچھ بنتا ہے۔ اور نہ اس کا اثر یا رسوخ پھیلتا ہے۔ یہ صرف خرد ماغی ہے جو بربادی کی طرف لے جاتی ہے۔ قوت ارادی زندگی میں حرکت نمو اور بالیدگی کا باعث ہوتی ہے۔ ضد اور ہٹ نادانی حماقت اور کج فہمی کا سایہ ہوتا ہے جس میں یہ عادت ہے وہ نہ تو اُبھر سکے گا نہ پھل سکے گا۔ نہ کسی قسم کی اصلی قابلیت و تربیت کا وارث بن سکے گا۔

ضد مردہ و خشک درخت سے زیادہ مشابہ ہے۔ اس پر چاہے جتنی بارش ہو۔ ہزار تازہ ہوا نئی روح پھونکنے کی کوشش کرے۔ وہ جھکنے اور لچکنے سے ہمیشہ انکار ہی کرتا رہے گا۔ مگر ننھے پودوں کی یہ حالت نہیں ہوتی۔ بعض تند ہوا کے جھونکوں سے اتنے نیچے جھک جاتے ہیں کہ ان کے ٹوٹ جانے کا خوف رہتا ہے۔ مگر وہ ٹوٹتے نہیں کیونکہ ان کا زندہ وجود ہمیشہ موقع بینی کے ساتھ کام لے کر عقل و تمیز کو اپنا مددگار بناتا ہے اور ایسا رویہ اختیار کرتا ہے۔ جو اس کے لئے مفید ثابت ہوتے ہیں۔ ایک وقت میں وہ جھک جاتا ہے۔ پھر ایسے مضبوط وجود کے ساتھ دوستی و شرکت پیدا کرتا ہے۔ جس سے اس میں طاقت و توانائی آتی ہے اور دوسرے وقت پر وہ دگنی تگنی اور چوگنی طاقت سے کام لے کر اپنے گذشتہ نقصانات کی تلافی کر لیتا ہے۔

ہندوؤں کی قومی تاریخ اس بات کی بین شہادت ہے۔ یہاں تواریخ سے ہماری مراد کاغذی نوشتہ جات سے نہیں

ہے۔ ان کے سنسکاروں اور ان کی قومی زندگی کے سلسلہ سے ہے۔ کتنے حادثات اور آفات کے طوفان آئے۔ لیکن بارش کے پانی کی طرح سر پر سے گذر گئے۔ یونانی مر بیٹھے رومی قوم کا کہیں پتہ نہیں۔ مصری سطح گنتی سے غائب ہو گئے۔ مگر ہماری سب سے زیادہ قدیم قوم اب تک زندہ ہے۔ وہ موقع پر جھک جاتی تھی۔ پھر اُبھر کر سب کو اپنے میں جذب کر لیتی تھی۔ دُور نہ جاؤ۔ صرف پانچ ہزار برس کے حالات پر غور کرو فرقے کہاں ہیں۔ ہُن کدھر ہیں۔؟ سیتھن کیا ہوئے؟ جواب ملتا ہے یہ سب ہندوؤں میں جذب ہو گئے۔ کیونکہ ان میں قوت ارادی تھی۔ مگر افسوس تعلیم یافتہ ہندو نوجوانو! اب تم لوگ کیسے اپنے قومی اوصاف سے محروم ہو چلے ہو سُنو۔

زمانہ با تو نہ سازد
تو با زمانہ بساز

مِل انگلینڈ کا مشہور فلاسفر کہتا ہے کہ ہمارا چال چلن بہت حد تک ہمارے قوت ارادی کے ماتحت ہے۔ اگر ہم مناسب ذریعے استعمال کریں۔ تو اپنے چال چلن کو ترقی دے سکتے ہیں۔ "مِل" کے کلام میں بڑی ہی سچائی ہے۔ ہم یہاں ساری باتوں کو بحث میں نہیں لا سکتے صرف

"قوت ارادی" ہی کی تکمیل و نشو و نما پر کچھ خیالات ظاہر کرنا چاہتے ہیں قوت ارادی میں علم قیافہ کی مدد سے بہت کچھ زور پیدا کیا جاسکتا ہے۔ اور آدمی کے بشرہ کو دیکھ کر تحریک و ترغیب کی مدد سے اس میں زیادہ قوت پیدا کی جاسکتی ہے۔

قوتِ ارادی

کی بُنیاد آتما پر ہے

یہاں پر اس بات کا سمجھا دینا ضروری ہے کہ قوت ارادی بمقابلہ دوسری قوتوں کے آتما سے زیادہ قریب رکھتی ہے۔ بلکہ یہ آتما ہی کی طاقت ہے۔ جس سے من بُدھی اور چت منعکس ہوتے ہیں۔ آتما ان سب کی بُنیاد ہے۔ اسی کی مدد سے یہ کام کرتے ہیں۔ اس لئے جو اپنی قوت ارادی کی تکمیل کرتا ہے وہ آتما کی حیثیت پر کھڑا ہوتا ہے۔ اس میں خودداری خود اعتباری رہتی ہے۔ وہ یقین کرتا ہے۔ کہ آتما اوصاف کا مخزن ہے۔ اور اس طرح قوت ارادی کی تکمیل سے وہ آتما کے نور کو بھی پھیلا سکتا ہے۔ اس میں احتیاط دُور اندیشی ہے۔ وہ ہر چیز سے مدد لے سکتا ہے۔ اور اپنے چال چلن کو اعتدال اور راست روی کی راہ سے بہکنے نہیں

دیتا۔

لگاتار قوت ارادی کی تکمیل سے جو فائدہ حاصل ہوتے ہیں۔ اس کی صراحت مشکل ہے۔ اس طاقت سے آدمی نہ صرف اپنے اِرد گرد اثر پیدا کر سکتا ہے۔ بلکہ اپنے خیالات و محسوسات کے اثر کو دُور دُور پہنچا سکتا ہے۔ یعنی جس طرح آگ اپنی گرمی کو فاصلہ تک بھیج سکتی ہے۔ اسی طرح قوت ارادی کا انسان اپنے دل کے جذبات اور اثرات کو زیادہ فاصلہ تک بھیج کر اوروں کو بھی متاثر کر سکتا ہے۔

قوت ارادی نے کیا کام کئے

آپ لوگوں نے غالباً دھرو کا قصہ سُنا ہو گا۔ اس نے کس طرح اپنی ماں کی [illegible] سے فائدہ اُٹھا کر قوت ارادی کی تکمیل کی اور دنیا کا مشہور فرمانروا ہو گیا۔

ایک پولیس انسپکٹر نے مسٹر سٹوری سے ایک قصہ بیان کیا تھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ "میرے کئی لڑکے اور لڑکیاں ہیں۔ میں نے ان کے میلان طبع کا مطالعہ کیا۔ اور چونکہ میری خواہش تھی۔ وہ اچھے چال

چلن والے بنیں۔ اس لئے میں نے ان سے یہ کبھی نہیں کہا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ وہ میرے مذہبی خیالات سے واقف تھے۔ میں ان کی کمزوریوں کو اور ان کی اچھی باتوں کا مطالعہ کرتا رہا۔ میں نے خواہش کی کہ وہ اچھے بنیں۔ اور میرے بنا کہے سنے وہ اچھی راہ پر لگ گئے۔ ہاں میں ترغیب اور تحریک کی عادت کا پابند ضرور تھا۔ اور صبح شام ان کو ساتھ لے کر دعا مانگا کرتا تھا کہ وہ اچھے اور نیک ہوں۔

تحریک و ترغیب

قوت ارادی سے کام لینے کا راز کم لوگوں کو معلوم ہے۔ اس پولیس انسپکٹر نے دراصل اس کو نہ جانتے ہوئے کام لیا تھا۔ اگر اسی طرح ہر شخص خواہش کرے کہ اس کے لڑکے اچھے ہو جائیں۔ تو وہ ضرور اچھے ہوں گے مگر اس کے ساتھ ترغیب و تحریک کا عمل اور بھی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

لڑکوں کی ذہانت اور سمجھ بوجھ میں اختلاف ہوتا ہے۔ ان کی تربیت کے وقت محبت سے اگر ماں باپ ترغیب و تحریک سے کام لیں تو زیادہ نفع پہنچا سکیں گے۔ یعنی خوبیوں کے سیکھنے کی ترغیب دلاتے رہنا اور برائیوں کے ترک کرنے کی تحریک کرنا۔ اس سے لڑکوں میں خودداری

پیدا کی جا سکتی ہے۔ مثلاً اگر کسی لڑکے میں یہ عیب ہے۔ کہ وہ اپنی تعریف سُننا چاہتا ہے۔ اور خودداری کی عادت میں کمی ہے تو باپ کبھی کبھی اس سے اس طرح کہا کرے۔

"دیکھو! تم میں خودداری کم ہے تم کو اپنے اوپر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ اور اپنے میں کسی قدر لطیف غرور کی حالت پیدا کرنی چاہیئے۔ مدرسہ جارہے ہو دل میں خیال کرو۔ میں آج اپنی عزت زیادہ کروں گا اور اپنے اوپر بھروسہ رکھوں گا۔ چاہے کوئی اُستاد سے میری شکایت کرے گا۔ خواہ نکتہ چینی کرے گا تو میں ناراض نہ ہوں گا۔" اور رات کے وقت سونے سے پہلے اس طرح سوچو۔ آج میں نے اچھی طرح برتاؤ کیا۔ دوسرے لڑکوں کے ساتھ مقابلہ کرنے سے میری حالت اچھی رہتی ہے کل میں اس سے بہتر ہوں گا۔

اگر لگاتار اسی طرح تربیت جاری رہے گی۔ تو بچوں میں مردانگی آجائے گی۔ اور وہ دقتوں اور مشکلوں کے مقابلہ کرنے سے نہیں گھبرائیں گے۔

کسی وقت لڑکوں کو اس طرح سمجھانا چاہیئے:۔

"دیکھو! تم دوسروں پر اپنا اثر نہیں ڈال سکتے اگر تم اس وقت لڑکوں پر اثر نہ ڈال سکوگے۔ تو بالغ ہونے پر آدمیوں میں بھی تمہارا کوئی رسوخ نہ ہوگا۔

اس لیے تم ابھی سے کوشش کرنے لگ جاؤ۔ دیکھو تمہارا فلاں ہم سبق جب بات چیت کرتا ہے یا کوئی تجویز پیش کرتا ہے تو لوگ کس غور سے اس کی بات کو سنتے ہیں۔ مگر تمہارا یہ حال نہیں ہے۔ تمہاری طرف سے بے پرواہی برتی جاتی ہے اور تمہاری تقریر کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ کمی یہ ہے۔ تم بولنے سے پہلے کچھ سوچتے نہیں ہو۔ بات کم کرو۔ سوچو زیادہ۔ پہلے وزن کرلو۔ تب کوئی بات منہ سے نکالو۔ اس وقت ضرور اثر پڑے گا۔ اس طرح کرنے سے آہستہ آہستہ تمہاری طرف لوگوں کی توجہ بڑھتی جائے گی۔

باپ اگر اس طرح ترغیب و تحریک کیا کرے تو نتیجہ بہت اچھا ہوگا۔

پانتی رشی "اشٹا دھیائی" کا مصنف کُند ذہن تھا علم صرف و نحو میں اس کی سمجھ بہت خراب سمجھی جاتی تھی۔ استاد۔ اور ہم سبق اس پر ہنسا کرتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گھبرا کر پاٹ شالہ سے بھاگ گیا۔ ہمالیہ کے دامن میں شیو جی نامی گورو رہتے تھے۔ جب بے دل و بددل لڑکے نے رو کر اپنی کم سمجھی کا قصہ کہہ سنایا۔ دانشمند گورو نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "کچھ مضائقہ نہیں۔ تیرے دماغ میں علم

کام بڑا ذخیرہ بھرا ہے کمی صرف اتنی ہے کہ تجھ کو اپنے اُوپر وشواش نہیں اور لوگوں کے لعن طعن سے گھبرا گیا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے اوپر وشواش رکھ اور آج ہی سے کام میں لگ جا۔ دنیا تیری علمیت کے سامنے تعظیم سے سر جھکا دے گی۔" اور جو اس ترغیب و تحریک کا پھل نکلا وہ سب کو معلوم ہے۔ پانئی دنیا کا بہت بڑا قواعد آموز ہو گزرا ہے۔

اس کی کتاب سے بہتر آج تک کسی زبان میں علم قواعد کا رسالہ نہیں ہے جب وہ شیوجی سے تعلیم پاکر واپس آیا۔ اس کے استاد نے اپنی جگہ خالی کردی اور وہ آچاریہ اور گورو کے منصب کے قابل قرار دیا گیا۔

اپنی عزّت آپ کرنا

اوپر کی مثال میں اور کوئی بات نہیں تھی۔ شیو نے پانئی کو تحریک و ترغیب دی کہ اپنی خود عزت کرے اور اس کی کمی کی کیسی اچھی طرح تلافی ہو گئی۔

جاپان میں جب کبھی دو ہمسایوں کے درمیان خفیف سا بھی جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔ تو اکثر وہ اپنے گھروں کے کسی کمسن لڑکے کو بیچ میں بٹھا لیتے ہیں۔ فریقین

اپنا جھگڑا اس کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ بچے سُن کر جو فیصلہ دیتا ہے۔ دونوں فریق اس پر راضی ہوجاتے ہیں۔ اس قسم کے برتاؤ سے بچوں میں خود بخود اپنی نسبت اہمیت کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ نہ صرف اپنے اوپر بھروسہ رکھتے ہیں۔ بلکہ کوئی ایسا کام نہیں کرتے۔ جن سے بے عزتی ہو۔ اور نہ دقتوں کے مقابلہ سے گھبراتے ہیں۔

مگر جس ملک میں آتما کی تعلیم وسعت سے دی جاتی ہے۔ وہاں آجکل کیا ہے؟ یہ شودر ہے یہ دلیش ہے۔ اس کو پڑھنے لکھنے کا ادھیکار نہیں کہو جہاں ایسی فضول و نامعقول حرکتیں کی جائیں۔ وہاں کے ادبار اور بُرائیوں کا کیا ٹھکانا!

ہر بلائے کز آسماں آید
خانہ ہندواں تالبش کند

افسوس! ایک تو یوں ہی ہمارے کتنے قیمتی لال و جواہر اپنے ہی ہم قوموں کے پاؤں تلے روندے جارہے ہیں۔ جن کی ذہانت کچھ جلوہ دکھانے لگتی ہے ناعاقبت اندیشی اور نادانی اس کے کچلنے کا کیا کیا اہتمام نہیں کرتی۔ اور اس پر یہ دوں ہمت نادان اپنے حقوق

مانگنے کے لئے لڑتے بھڑتے رہتے ہیں۔ کوئی ان سے پوچھے نادانو! تم نے اپنے ہمجنسوں کو کیا حقوق عطا کئے۔ جو تم اوروں سے مطالبہ کرتے ہو۔

خیر بچوں کی درستگی ان کی عزت کرنے اور ان میں خودداری اور خود تعظیمی کے شعور کو جگانے سے بہت اچھی طرح ہو سکتی ہے۔ جن کے لڑکے کم سمجھ ہوں۔ ان کو چاہیئے۔ بچوں کو کہیں "تم اپنے دل میں ٹھان لو۔ آج" ہم یہ کام کرکے ہی چھوڑیں گے"۔ اور وہ آہستہ آہستہ اس ترغیب و تحریک سے مستفید ہو جائیں گے۔ ممکن ہے۔ اس میں ذرا دیر لگے۔ مگر کامیابی میں شک نہیں ہے۔

ہم کو یاد ہے۔ جب ہم مڈل کے امتحان کے لیئے پڑھ رہے تھے۔ اکثر طالب علموں کی تحریک کی وجہ سے سوتے وقت اپنا نام لے کر کہتے تھے۔

"رشیو! دیکھو آج ٹھیک بارہ بجے رات کو اٹھا دینا بہت سبق یاد کرنا ہے"۔ اور ہم ٹھیک بارہ بجے اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ اس طرح من میں بھی بار بار عہد کرنے سے

ایک مضبوطی آجاتی ہے۔ اور ہمارے دل ہی سے ایک طاقت پیدا ہوکر ہم کو کام میں لگا دیتی ہے۔

حقارت سے مت کرو

جو شخص اپنی ذات سے کرتا ہے۔ اس کو ہمیشہ ذلت و خفت سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ کونسا کام ہے۔ جو انسان نہیں کرسکتا۔ وہ سب کچھ ہی کرسکتا ہے۔ صرف نادان اور احمق لوگ ہی غیر ممکن، میں یقین کرتے ہیں۔ سٹوری صاحب نے ایک نہایت معقول قصہ بیان کیا ہے۔

ایک آدمی خاصا جوان تھا۔ کئی سال گذرے اس نے ایک حسین عورت کے ساتھ شادی کرنی چاہی۔ مگر وہ اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے سے جھجکتا تھا۔ سوال کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کے ماں باپ اور کئی بھائی تپ دق کے عارضہ میں مبتلا ہوکر عین جوانی میں فوت ہوئے تھے۔ اس لئے اس نے شادی کرنے کا ارادہ ترک کردیا۔ اس کو شک تھا۔ مجھ میں

بھی تپ دق کے جرم موجود ہیں۔ اس نے کہا۔
میں کیوں بیمار لڑکے پیدا کردوں اور ناحق شادی
کرکے اوروں کو مصیبت میں ڈالوں'

اس کے ایک دوست نے صلاح دی۔ کہ
جس حالت میں کہ عورت تندرست ہے۔ اور تم
بمقابلہ پہلے کے زیادہ قوی معلوم ہوتے ہو بہتر
ہے۔ شادی کرلو۔ اس حقیر خیال کو کہ میں کمزور
ہوں۔ دل سے نکال دو صرف دل میں یہ خیال
پیدا کرلو۔ کہ میں تندرست رہوں گا اور تم
تندرست رہو گے۔

شادی ہو گئی۔ کئی لڑکے پیدا ہوئے۔ اور
سب کے سب کی تندرستی کا راز کیا ہے؟
تو اس نے جواب دیا"۔ میں انسان کی قوت ارادی
پر یقین رکھتا ہوں۔ میرے ایک دوست نے یہ
تعلیم دی تھی۔ اب میں اس پر عامل ہوں۔ اور
یہ نتیجہ ہے جو تم دیکھتے ہو۔"

سنو۔ اول تم اپنے آپ کو کمزور خیال
نہ کرو۔ قوت ارادی کے مسئلہ کے عامل
بنو۔ پھر نیچر خود بخود تمہاری مدد کرنے لگ
جائے گی۔

قوت ارادی

و نیک خواہش کا اثر

قوت ارادی کی تکمیل اور نمو کس حد تک انسان کو خوش اخلاق دانا اور نیک بنا سکتی ہے۔ اس کا کوئی شخص اندازہ نہیں لگا سکتا۔ اگر ماں چاہے کہ اولاد نیک ہو اور ویسی تدابیر عمل میں لانے لگے۔ تو کیا مجال۔ بچہ مستقبل میں نہ بنے بچہ کے پیٹ میں آتے ہی ماں کو چاہیئے کہ اس کی آئندہ بہتری کا نقشہ ہر وقت اپنی نگاہ کے سامنے رکھے جب وہ پیدا ہوگا۔ دنیا کا زیور بنے گا۔ حمیدہ بیگم چاہتی تھی کہ اس کا لڑکا طاقت ور۔ نیک مستقل مزاج اور خوبصورت ہو۔ جب اکبر پیٹ میں تھا۔ اس نے اس خیال کو دل میں جگہ دی اور کبھی کبھی فرصت کے وقت اپنے پاؤں میں نقش وغیرہ بنانے لگی۔ اس کی جفاکشی صحرا نوردی اس کے استقلال اور مصیبت کا اثر پیٹ کے بچے پر بہت زبردست پڑا۔ اور جب جنگل میں اکبر پیدا ہوا ماں کے پاؤں

کے نقش اس کے بھی پاؤں میں موجود تھے۔ اور اس کی زندگی نے ثابت کر دکھایا کہ ماں کا خیال کس حد تک اپنی اولاد کی بہتری میں اثر انداز ہوسکتا ہے۔

یہ مثال کچھ بہت اچھی نہیں۔ لیکن اس بات کو تو معمولی سمجھ کا آدمی بھی سوچ سکتا ہے کہ ماں کے قول و فعل کا بچوں پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ بچوں سے اگر تم سوال کرو کہ کیوں ایسا کر رہے ہو۔ وہ جواب دیں گے۔ اماں نے کہا۔ ان کے پاس ماں سے بہتر کوئی سند نہیں رہتی۔ اور نہ وہ دلیل و براہین جانتے ہیں۔ جنھوں نے ہمارے "راجستھان" کو پڑھا ہوگا۔ وہ سمجھ سکتے ہیں۔ راجپوت ماتاؤں نے اپنے لڑکوں کو جفاکشی اور دلیری کے کیسے سبق دیئے تھے۔

بچوں پر جبر و سختی کم ہو۔ ماں باپ دونوں مل کر ان کی قوت ارادی کی تکمیل میں محبت والفت کے ساتھ کام کریں۔ اور جہاں وہ ہاتھ پاؤں نکالیں گے۔ ستاروں کی طرح دنیا میں چمک اٹھیں گے۔ اس سے بہتر اور کیا تربیت ہوسکتی ہے

بچوں کے ساتھ مکر و فریب کا برتاؤ نہ ہو۔ اکثر لوگ روتے ہوئے بچوں کو جھوٹے وعدے

کر کے خاموش کراتے ہیں۔ اس وقت تو بچہ چاہے
چپ ہو جائے۔ مگر آئندہ زندگی میں سخت مکار
دھوکہ باز نکلے گا۔ جو ماں باپ اس طرح اپنے
بچوں سے جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ بدذات سخت
سنگ دل جلاد اور بے رحم قاتل ہیں۔ کیونکہ وہ
خود اپنے بچے سے زندگی چھین لیتے ہیں۔ اور
اس کو زبردستی موت کے گڑھے میں گرا دیتے
ہیں۔ کیا وجہ ہے ہم بچوں کو شروع سے یہ سبق
نہ سکھائیں۔ تم آتما ہو۔ تمام دنیا تمہاری ہے۔
تم کوشش کر کے عقل سیکھو۔ ساری نعمتیں ہاتھ
باندھے ہوئے تمہارے پاس کھڑی ہوں گی۔

قوّتِ ارادی ہی انسان ہے

جس میں جتنی قوت ارادی ہوگی۔ اتنا ہی وہ
کامیاب انسان ثابت ہوگا۔ کیوں کہ یہی اصلی
چیز ہے۔ جو اس کے رگوں اور پٹھوں کو مضبوط
کرتی ہے۔ اس کے چال چلن کو بناتی ہے۔ اس
کے پاؤں کو چلنے کی اور ہاتھ کو پکڑنے کی طاقت
عطا کرتی ہے۔

قوت ارادی کی تربیت کا طریقہ کیا ہے۔ جس سے یہ موثر اوزار کا کام دے سکے ؟ اس سوال کا جواب یہ ہے۔

بعض لڑکوں میں خود بخود زوردار ارادہ کی طاقت موجود رہتی ہے۔ ایسی حالت میں اس کی تربیت اس طرح کی جائے کہ وہ ضدی اور ہٹیلا نہ بننے پائے اس کے شعور کو صرف جلا دی جاوے تاکہ وہ عقل اور تمیز کی وارنش کے لگنے سے صاف و شفاف بن جائے۔ اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس کو کسی نہ کسی قسم کا کام سپرد کیا جائے۔ جس میں اس کو سوچنے اور کام کرنے کا موقع ملے۔ ماں باپ صرف ان کو اپنے مشورہ سے فائدہ پہنچاتے رہیں لڑکے فطرتاً کام کے شائق ہوتے ہیں۔ کام ایسا دیا جائے جو وہ کر سکتے ہوں۔ اور جب وہ کرنے لگیں تو ان کی حوصلہ افزائی کا بھی خیال رہنا چاہیئے۔

اس طرح کام لیتے ہوئے موقعہ موقعہ پر ان کو قوت ارادی کے متعلق عام فہم اور موثر اسپیچ دی جایا کرے۔ جس کے ساتھ بشرط ممکن قصے اور کہانیاں بھی رہا کریں۔ جو ماں باپ اس طرح تعلیم دیں گے وہ اپنے بچوں کو اچھا انسان

بننے میں مدد دیں گے اور یہ بچے جس مقصد کو
لے کر زندگی شروع کریں گے۔ اس میں اعلیٰ
کامیابی حاصل کرلیں گے۔

مؤثر قوت ارادی

لیکن ضرورت یہ ہے کہ موثر قوت ارادی کی
تکمیل ہو۔ ممکن ہے۔ کوئی شخص بیل کی طرح
اپنے سر کو پتھر سے ٹکرا لے۔ مگر یہ بیل
کا کام کہا جائے گا۔ انسان کا نہیں۔ انسان
کے ہر کام میں سب سے پہلے سمجھ بوجھ ہونی
چاہیئے۔

اول اندیش وانگے گفتار
پائے پست آمدست وپس دیوار

انسان پہلے سوچ لے کہ یہ کام کرنے کے قابل
بھی ہے یا نہیں اور اس میں کامیابی کی کس حد تک
اُمید ہے۔ جب تک اس کا فیصلہ نہ کیا جائے۔
کام کی ابتدا نہ ہو۔
مطلب یہ ہے۔ پہلے غور و فکر سے کام لو

جو اس طرح سوچ سمجھ کر کام کریں گے۔ ان کو ناکامی کا خدشہ نسبتاً کم رہے گا۔

اس میں خود داری۔ سیلف رسپکٹ وغیرہ کا بھی شمول ہے۔ گو۔ اکثر لڑکوں میں قوتِ ارادی کسی حد تک فطرتاً موجود رہتی ہے۔ مگر بعض میں کبھی کبھی بالکل نہیں ہوتی۔ اگر پرواہ نہ کی گئی تو یہ بالکل نکمے بن کر دنیا میں رہیں گے۔ اس لئے ترغیب و تحریک سے ان میں یہ مادہ پیدا کرنا چاہیئے۔ اور آہستہ آہستہ صبر کے ساتھ ان کی تربیت کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

قوتِ ارادی کا سبق

ماں باپ لڑکے سے کبھی کبھی کہا کریں۔ "اب تمہاری قوت ارادی بڑھ رہی ہے۔ آج کا کام بہت اچھا ہوا اس طرح اگر برابر یہ سلسلہ جاری رہا تو تم بھی دنیا میں انسان بن جاؤ گے۔

اس قسم کی تحریک بچوں کے لئے وہی اثر رکھتی ہے جو سورج کی کرنیں نئے پودے کے

لئے رکھتی ہیں۔ کیونکہ اگر یہ کرنیں نہ ہوں تو ممکن
نہیں پودوں میں کبھی پتے بھی آسکیں۔

ان باتوں سے نہ صرف بچے کا دل خوش
ہوگا بلکہ وہ زیادہ مستعدی اور جانفشانی سے
کام میں لگے گا۔ اس کے حافظہ میں ترقی ہوگی۔
اور وہ ایسے کام سے خود بخود بچنے لگے گا جس سے
لوگ نفرت کرتے ہیں اور بتدریج لطیف سمجھ
بوجھ حاصل کر لے گا۔ اور وہ اپنے دل میں
کہنے لگے گا۔ "باپ (یا استاد) کہتے ہیں۔ میری
قوت ارادی میں ترقی ہو رہی ہے۔ میں پہلے
سے زیادہ سمجھ بوجھ والا ہو رہا ہوں۔ اب
میں سمجھنے لگا کہ کس طرح کام کرنا چاہیئے۔
اور آخر تک کامیابی کے لئے کیسے مصروف رہنا
چاہیئے۔ کل میں اور بھی مستعدی دکھاؤں گا۔

بچوں کے ساتھ جب بات کی جائے۔ سہل
اور عام لفظوں میں کی جائے۔ باپ دن میں دو
چار دفعہ اس کی تحریک و ترغیب کے کلمے زبان
سے نکالے تاکہ ہمت بڑھتی جائے۔ نکتہ چینی صرف
اس قسم کی ہو جیسے مالی ٹہنیوں کو قاعدگی کے ساتھ
چھانٹتا ہے ناخوشگوار سختی سے ہمیشہ پرہیز کیا جائے۔

ماں باپ
کس طرح بات چیت کریں

بچے جب ماں باپ کے پاس آکر اپنے کارنامے سنانے لگے تو ان کو چاہیئے۔ بغور اس کی باتوں کو سنیں اور اپنا ہاتھ اس کے سر پر دو چار مرتبہ پھیر دیا کریں۔ اس طرح ہاتھ پھیرنے سے بڑا نفع پہنچتا ہے۔ ہمارے گاؤں میں عورتیں اکثر کہا کرتی ہیں۔ "ایک مرتبہ کوئی بچے والی عورت قریب المرگ تھی۔ اس نے اپنے خاوند سے روکر کہا۔ تم ان کی پرورش تو ضرور ہی کروگے لیکن میں ایک درخواست کرتی ہوں۔ میرے دونوں ہاتھ کاٹ کر رکھ لو مرنے کے بعد جب لڑکے کھیل کر آیا کریں۔ یہ ہاتھ ان کے سر اور پیٹھ پر پھیر دیا کرنا۔" یہ محض قصہ ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ "اوروں کے لاڈ پیار سے ماں کا دن میں ایک دفعہ بچے کے منہ پر ہاتھ

پھیر دینا کسی کے ہزار ہا مرتبہ کے پیار سے بہتر ہے اکثر لوگ محبت کی سے بچوں کے سر پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ دعا اور آشیرباد دیتے وقت ایسا ہی سلوک کیا جاتا ہے۔ اس برتاؤ سے بچوں کے دل میں بشاشت آتی ہے اور ان کا دل اندر ہی اندر گلاب کے پھول کی طرح کھِل جاتا ہے۔ کہتے ہیں۔ اس طرح کا عمل کرنے سے مقناطیسی اثر خارج ہو کر معمول کے جسم میں داخل ہوتا ہے۔ اور وہ زیادہ تقویت کا باعث بنتا ہے۔ ریاضت کش ہوگی۔ اور ماں باپ اس طرح سر پر ہاتھ رکھنے سے بہت اچھا اثر پیدا کر سکتے ہیں۔ ہاتھ کے ذریعے قوت ارادی کا بیج بہت اچھی طرح بویا جا سکتا ہے۔ اگر اس کے ساتھ زبان کے ملایم الفاظ اور دل کی پاک محبت کو بھی شامل کیا جائے۔

لڑکوں کو بار بار جھڑکنا سخت نادانی ہے

بچوں کو جھڑکی مت دو۔ ان کا دل

بہت ملایم ہوتا ہے۔ ان کو ایسا صدمہ پہنچ
جاتا ہے۔ جس کا علاج مابعد زندگی میں
بھی نہیں ہوتا ماں باپ ضرور ایسی عادت سے
پرہیز کریں۔ ان کے ایسے الفاظ سخت دل
شکن ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے میں
گھر میں بیٹھا ہوا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا
میری منجلی لڑکی کرسی کے پاس آئی اور چپکے
سے اپنی گڑیوں کو فرش پر بٹھاکر کھیلنے
لگی۔ تھوڑی دیر تو مجھ کو خبر نہیں ہوئی۔
مگر جب وہ گڑیوں کے کھیل میں خوش ہوکر
گانے لگی۔ میری توجہ اس کی طرف گئی اور
میں نے اس کو جھڑک کر کہا۔ کمبخت! تجھ
کو اور جگہ کھیلنے کو نہیں ملی۔" یہ سُن کر
کمسن لڑکی کے چہرہ کا رنگ فق ہوگیا میرے
سامنے تو کچھ نہیں بولی۔ اپنی ماں کے پاس
جاکر رونے لگی۔" بابوجی اچھے آدمی نہیں ہیں۔
مجھ کو گالی دی ہے" اور وہ دو دن تک
بلانے پر بھی میرے پاس نہیں آئی بچوں میں
احساس کی قوت بہت زیادہ تیز ہوتی ہے۔
جو لوگ ان کے دل کا خیال نہیں رکھتے وہ
گناہ کرتے ہیں۔ بچوں سے اچھی طرح شائستگی

کا برتاؤ کرو وہ شائستہ ہوں گے اس کے برعکس وہ بگڑے بن جائیں گے۔ بچوں کی اصلی تعلیم ماں باپ کی تحریک و ترغیب پر منحصر ہے۔

جب بچے ابھی کمسن ہوں۔ ان میں نیک عادات پیدا کرو۔ ماں باپ دونوں صبح اٹھ کر حاجات ضروری سے فارغ ہوں اور اپنے بچوں کو لے کر بلاناغہ ایشور کی پرارتھنا کریں۔ اور زبان سے وہ وہ لفظ نکالیں جن کی زیادہ ضرورت ہے مثلاً پرماتما تو ایسی دیا کر کہ آج نہ ہم جھوٹ بولیں۔ نہ کسی کے ساتھ بدی سے پیش آئیں۔ اور اسی طرح سوتے وقت ماں باپ اور لڑکے سب دعا مانگیں۔ اس کا نیک اثر چند ہی روز میں محسوس ہونے لگے گا۔ اور یہ دعا ان کی قوت ارادی کو پختہ بنا دے گی۔

افسوس یہ ہے ہندوؤں میں دعا وغیرہ مانگنے کا طریقہ بالکل مفقود ہو چلا ہے۔

اس طرح کی دعا ڈھال بن کر بچوں کو بری صحبت و بد اخلاقی سے بہ آسانی بچیا تی رہے گی۔

ان کو اس کے سوائے اچھے اچھے ودیہ

اور شلوک بھی یاد کراؤ۔ میں نے اپنی لڑکیوں کو نہایت کم سنی کے زمانہ میں کبیر صاحب کے دو سے ہے۔ جو سچائی کے متعلق ہیں۔ یاد کرائے تھے۔

سانچ برابر تپ نہیں جھوٹ برابر پاپ
جاکے ہردے سانچ ہے تاکے ہردے آپ

اور مجھ کو ان کی زبان سے جھوٹ بات سُننے کا کبھی موقع نہیں ہوا۔

قوتِ ارادی کے معجزات

آجکل اخبارات میں اکثر ذکر رہتا ہے۔ کہ محض قوتِ ارادی کی مدد سے بیماریاں دُور ہوجاتی ہیں۔ یہ سننے میں تعجب خیز معلوم ہوتی ہیں۔ یہ غلط نہیں ہیں۔ یہ قوتِ ارادی کے معجزے ہیں۔ جب آدمی اپنے دل میں ارادہ کرلیتا ہے۔ کہ بیمار نہ ہوں گا۔ وہ کمتر بیمار ہوتا ہے۔ آدمی جو سوچتا ہے۔ وہی ہو جاتا ہے۔ کمزور کو طاقت ور بنانا بداخلاق کی راہ پر ڈالنا ہے۔ غیر ممکن کو ممکن بنا دینا۔ یہ سب انسان کی قوتِ ارادی

پر منحصر ہے۔ یوگ میں بھی آخر اسی قوت کے نشو و نما کی تعلیم بطرز مختلف دی جاتی ہے۔ اس کی تکمیل سے بھی مضبوطی استقلال اور ثابت قدمی ملتی ہے۔ جب کہیں شور و غل ہو۔ تم اپنے دل میں ٹھان لو۔ ہم ان کو نہ سنیں گے۔ اور آہستہ آہستہ وہ کم ہو کر مر جائیں گے۔ بہت سے لوگ کام کاج میں اس طرح مصروف ہو جاتے ہیں کہ ان کے پاس باجے بجتے ہیں۔ اور پھر بھی وہ نہیں سنتے۔ اسی طرح اشانتی کی جگہ رہ کر شانت رہتے ہیں جھگڑوں کے مقامات میں بھی بے پرواہ نظر آتے ہیں۔ ان سب میں قوت ارادی کی کسی حد تک تکمیل ہوتی ہے۔ یہ تصوف کا 'شغل کا' ابھیاس کا۔ تپ کا۔ جپ کا۔ ذکر اور ارادہ کا خفیہ راز ہے۔ تم میں سے جو شخص اس طرح کا دل بنالے گا۔ صاحب دل بن جائے گا۔ جو چاہے گا کہ دکھ اس کے پاس نہ آوے دکھ خود بخود کوسوں دور ہو جائے گا۔

راؤ دکھی۔ ابدھو دکھی۔ دکھی رنگ بیریت!
کہیں کبیر یہ سب دکھی سکھی سنت من جیت

یہ عادت بتدریج آتی ہے

انسان ذرہ ذرہ سی بات پر پریشان ہو جاتا ہے۔ ناکامیابی اس کے مزاج کو درہم برہم کر دیتی ہے عدالت نے مقدمہ کے فیصلہ کرنے میں دیر کر دی وہ جھنجھلا جاتا ہے۔ ڈاکخانہ میں خط کی رجسٹری کرائی ہے۔ دیر کی وجہ سے تلملا اٹھتا ہے۔ ایسے انسان کمینہ حیوان اور وحشی ہیں۔ ان سے بڑے کام کبھی سرانجام نہیں ہوں گے۔ انسان دنیا میں بہتر کام کے لئے بنایا گیا ہے۔ اگر ذرہ ذرہ سے معاملات میں حیوانیت کا اظہار کرنے لگے۔ تو اس سے کوئی کیا اُمید کر سکے گا۔

اگر تم میں یہ عادت ہے تو آہستہ آہستہ اس کو ترک کر دو۔ اس کا کھو دینا اچھا ہے۔ جب تک یہ ہے۔ تم سے کچھ نہ بن پڑے گا۔ اس لئے بتدریج ترقی کرتے ہوئے اپنے میں ایسی عادت پیدا کرو۔ کہ ناموافق حالات اور مخالف اثرات کو تمہارے دل کے کمزور

بنانے میں ہمیشہ ناکامی ہو۔ اور تم قدرت کے چمن میں آرام اور خوشی کے ساتھ گلگشت کر سکو۔

وحشت کا علاج کرو

بعض طبیعتیں ہمیشہ اُداس اور غمگین رہتی ہیں محفل۔ ناچنا۔ گانا۔ سیر۔ تماشے ان کو نہیں بھاتے نہ کسی میں ان کے لئے دلچسپی ہوتی ہے۔ یہ نہ صرف اپنے لئے بلکہ اوروں کے لئے بھی مصیبت ہیں۔

در محفل خود مراہ مدہ ہیچو منے را
افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

جب کبھی اس مزاج والے سے کوئی کام پڑے اس کو سمجھا بجھا کر اس کی وحشت دُور کرنے کی کوشش کرو۔ اگر تم میں یہ عادت ہو تو تم خود اس کو نکال ڈالو۔ ہنسو۔ خوشی رہو۔ چین اڑاؤ۔

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں

مجھ میں یہ عادت تھی۔ میں فطرتاً ایسا نہیں

تھا خانگی حالات و تفکرات نے میری حالت ایسی کردی تھی۔ جس کا میں یہاں ذکر نہیں کرنا چاہتا۔

غرضیکہ ایک لمبی جدوجہد کے بعد مجھے اس سے نجات ملی۔ اب میں خوش ہوں اور چاہتا ہوں اور لوگ بھی میری طرح خوش ہوں۔

نوجوانوں

کے لئے چند ہدایتیں

جوانی میں قوت ارادی کی تکمیل بہت اچھی طرح ہو سکتی ہے۔ دنیا بطور خود بُری نہیں اسے اچھا برا بنانا تمہارے اختیار میں ہے یوں جس رنگ کی عینک اپنی آنکھوں پر لگاؤ گے۔ ویسا ہی تم کو دکھائی دے گا۔ کوشش کرو کہ تمہارے بعض بزرگوں نے دنیا کو ماتم کدہ بتایا ہے۔ جہاں دکھ درد کے منظر ہر وقت سامنے رہتے ہیں۔ تم خود فیصلہ کرو کہ ان کا آئیڈیل کیا تھا۔ اس

وقت سارے شکوک خود رفع ہو جائیں گے۔
ان کی کوشش کسی مکمل سُکھ کے حاصل کرنے
کی طرف مصروف رہتی تھی۔ فضول وہموں میں نہ
پڑو۔ غلط فہمی بُری ہوتی ہے۔ خوش رہو۔
خوش رہنے کی تدبیر سوچو تاکہ تم مضبوط و توانا
بن سکو اور تمہارا رسوخ بھی وسیع اور دیرپا
ہو۔ تندرستی تمہارے حصّہ میں آوے اور
تمہاری زندگی لمبی چوڑی ہو۔
میں اس بات کو اس لئے زور دے کر
دہراتا ہوں۔ کہ تمہاری توجہ کو کھینچوں۔ جوانی
میں قوت ارادی کی تکمیل اچھی طرح و اور خاطر
خواہ ہوسکتی ہے۔ جب رگ و ریشے بھی اچھے
ہوں۔ اسی وقت سے اس کی تعلیم۔ تکمیل اور
تہذیب کا عمل شروع کردیا جاتے ہے، تاکہ
کسی وقت حوصلے عمل اور قوت کا حوض لبریز
ہو جائے۔ اور اس میں سے نہریں نکل کر ہر پہار
طرف سیرابی و شادابی کا تماشہ دکھا سکیں۔ اور
تم اپنے دل میں ہمیشہ بار بار یہی کہتے رہو۔
"ہم اپنی خواہش سے تندرست ہوتے ہیں"
"ہم اپنی خواہش سے مضبوط رہتے ہیں"
"ہم اپنی خواہش سے نیکی کرنے کے قابل

بنتے ہیں۔"

"ہم اپنی خواہش سے دلیر اور ہمت ور ہوتے ہیں۔"

یہ چار باتیں خوب ذہن نشین کر لو۔ یہ چار مختصر جملے نہیں ہیں۔ بلکہ بطور خود ایک ایک ضخیم و جسیم کتاب کے برابر ہیں۔ دل میں نیک خیالات کو جگہ دو۔ اس ایک خیال کو اپنے دل پر تصرف کرنے دو۔ کہ ہم نیکی کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ اور اگر قوت ارادی کی تکمیل کے ساتھ یہ مبارک خیال جڑ پکڑ گیا۔ تو تمہاری زندگی نہایت شاندار اور اہم بن جائے گی۔ "چھوٹا سا بیج ہے۔ جس جس سے برگد کے سے عظیم الجثہ اور حیرت انگیز وسعت کے درخت پیدا ہوتے ہیں جو اپنے وقت پر ہزاروں لاکھوں پرندوں کے لئے گھونسلا بنانے کی جگہ دیتے ہیں۔ لاکھوں جانور رات کو اُن پر بسیرا لیتے ہیں۔ ان کے پھل سے لاکھوں کو سیری ہوتی ہے۔ اور کڑی دھوپ کی سختی میں لاکھوں آدمی اس کے خوشگوار سایہ کے تلے آرام و استراحت پاتے ہیں۔ اس سے زندگی کی تقسیم ہوتی ہے۔ اور وہ

اپنے ارد گرد نئی زندگی پھونکتا رہتا ہے۔
نوجوانو! نوجوانو! کوشش کرو۔ تمہارا آئیڈیل
یہ ہونا چاہیئے تم اپنی قوم کے مرکز بنو۔
یہی سچی بندگی ہے۔ جو ہاتھ میں مالا لئے ہوئے
بڑ بڑاتے رہتے ہیں۔ وہ خاک بندگی کریں
گے؟ سچی بندگی وہ ہے۔ جو مخلوقات کی بندگی
ہو۔ جو اوروں کے نفع و فلاح کا خیال دل
میں رکھتا ہے۔ وہ پرماتما کی سچی بندگی کرتا
ہے۔ ہم کو ایسی ہی بندگی کے لئے مخصوص ہونا
چاہیئے۔ ٥

زندگی مخصوص بجز بندگی ست
زندگی بے بندگی شرمندگی ست

یوگ۔ جپ۔ تپ۔ سنیاس زہد و ریاضت
کا ماحصل بھی یہی ہے۔

قوتِ ارادی
زندگی و قوت کی مخرج ہے

قوت ارادی کا استعمال اگر مناسب طور پر کیا جائے تو وہ اپنے ساتھ عجیب و غریب زندگی لاتی ہے۔ یہ آتما اور جسم کے درمیان ایک درمیانی کڑی کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو آتما سے طاقتوں کو کھینچ کھینچ کر جسم کو دیا کرتی ہے۔ قوت ارادی کے عامل آتما سے نسبتاً بہت نزدیک رہتے ہیں اور اس لیے وہ بمقابلہ جسم کے روح میں زیادہ رہتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ممکن ہے کہ ان کی عمریں بھی زیادہ ہوں۔ اور وہ زیادہ روحانی جذبات والے بنیں۔ یہی ایک بات ایسی ہے۔ جو قوت ارادی کی تکمیل کے لئے کافی ہے

صرف لمبی چوڑی اور موثر زندگی ہی نہیں ہے جو اس سے نصیب ہوتی ہے۔ بے شمار

برکاتیں ہیں جو قوتِ ارادی سے حاصل ہوتی ہیں۔ ہم اس طاقت کی مدد سے نیند کو مجبور کر سکتے ہیں۔ کہ وہ فوراً دو ایک لمحہ میں ہم کو آرام کے بستر پر سلا دے۔ بہت سے آدمیوں کو نیند نہیں آتی وہ جاگتے رہتے ہیں۔ یہ بیماری ہے۔ جو اعتدال پسندی کی سزا ہے۔ جو کھانے پینے۔ اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے۔ کام کاج میں افراط اور تفریط کے مجرم بنتے ہیں۔ اگر وہ قوتِ ارادی کی تکمیل کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ تو خود بخود یہ عادتیں جاتی رہیں۔

جب کھاٹ پر جاؤ۔ نیند کے نقطے کو اپنی توجہ کا مرکز بناؤ دوسرے خیالات کو دور ہٹا دو گھڑی سامنے رکھ کر ارادہ کر دو کہ منٹ کے اندر اندر نیند آ جائے اور چند روز اس کی مشاقی سے تم دیکھو گے کہ جہاں سوئی اپنی مخصوص جگہ پر پہنچی۔ تم نیند میں سرشار ہو جاؤ گے۔

مذہب اور قوتِ ارادی

جنہوں نے دُنیا کے مذہبوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اور ان کی گہرائیوں کو ایک طالب علم کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ ان کو اس بات کا سمجھنا آسان ہے کہ ان سب کی تہ میں دراصل قوّت ارادی کی تکمیل کی تعلیم چھُپی ہے اور بات بھی سچ ہے جب تک قوتِ ارادی مضبوط نہ ہوگی۔ کیسے کوئی مذہب کے لاینحل عقدوں کی گرہ کشائی کرسکتا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھیے۔

یوگی۔ یم و نیم کے سادھن کے ساتھ "اوم" کے جاپ کی ہدایت کرتے ہیں۔ یہ کہا گیا ہے کہ من میں بندر کا خواص ہے۔ اس کو "اوم" کے ڈنڈے سے باندھ دو وہ اوپر نیچے چڑھا کرے اس سے یکسوئی پیدا ہوگی۔

ناک کے سرے پر آنکھ جمانا۔ درشٹی سادھن کرنا وغیرہ وغیرہ اسی غرض سے کیا جاتا ہے۔

ان سب کے کرنے سے قوت ارادی کی تکمیل ہوتی ہے۔ پس و پیش کی عادت جاتی رہتی ہے۔ دل کی لغزش اور کمزوری دُور ہو جاتی ہے۔ اس وقت یقین پختہ ہونے لگتا ہے۔ اور آگے چل کر مذہب کا مقصد کیا ہے۔ اس موقع پر نہ ہم کچھ کہنے کو تیار ہیں۔ نہ یہ ہمارا مضمون ہے۔ اسی خیال کی وضاحت ایک صوفی کے کلام سے ہوتی ہے۔

تامل در آئینہ دل کنی
صفائی بتدریج حاصل کنی
بدرد یقین پردہائے خیال
نماند سرا پردہ اِلّا جلال

بدعادتوں کو چھوڑ دو

قوت ارادی کی تکمیل کے ساتھ ضروری ہے کہ اپنی بری عادت پر اس کا اثر ڈالا جائے۔ تو قوت ارادی کے اوزار سے ان کی بیخ کنی کرو۔ دل سے کہو۔ خبردار! اب ایسا کام نہ ہو۔"

اور وہ مان جائے گا پرانا یام کرنے والے اسی طرح کی مشاقی سے جسم کے ہر عضو پر قابو پا جاتے ہیں۔ اگر تم کو شراب پینے کی عادت ہے خواہ مخواہ زیادہ کھانا کھاتے ہو۔ یا طبیعت ذرہ ذرہ باتوں میں جھنجھلا جاتی ہے۔ یا ناحق کے حسد و بغض کے شکار رہتے ہو۔ قوت ارادی سے کام لو۔ سب خود بخود گدھے کے سینگ کی طرح جاتی رہیں گی۔

ایک مرتبہ صرف توجہ دلانے کی دیر ہے اور کوئی بد عادت قوتِ ارادی کے مقابل میں نہ ٹھہر سکے گی۔ صرف قوتِ ارادی کی تکمیل میں البتہ کچھ دیر لگے گی۔

بے پروائی مت کرو

جو شخص بے پروائی کرتا ہے۔ اس کا خمیازہ اُسے اُٹھانا پڑتا ہے۔ سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ تم اپنے آپ کو اچھی وضع میں رکھنا سیکھو۔ جہاں جاؤ۔ تمہاری

شکل و صورت سے لوگوں کو معلوم ہو جائے۔
تم میں انسانیت ہے۔ وہ آدمی خاک دنیا کو
نفع پہنچا سکیں گے۔ جو اپنے جسم و روح کی پروا
نہیں کرتے۔ دیکھو تمہاری عادتیں باقاعدہ ہونی
چاہئیں۔ لباس پوشاک سب اچھی حالت میں ہوں۔
اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم ضرورت سے
زیادہ ان کی طرف توجہ دو۔ مگر ظاہری رکھ
رکھاؤ بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ جو صاف رہتے
ہیں۔ روز بلا ناغہ نہاتے ہیں۔ روز مالک کا
بھجن کرتے ہیں اور پھر باقاعدہ اپنا کام کرتے
ہیں۔ ان کی طرف سے بے پرواہ رہتے ہیں۔
وہ ناکامی کی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔

تم میں سے ہر شخص یہ سوچ لے کہ ہم
کو دنیا میں کچھ کام کرنا ہے۔ اور توجہ کے
ساتھ اس کام میں لگ جاؤ۔ اس سے بھی قوتِ
ارادی کو رفتہ رفتہ پختگی ملے گی۔

ہر چیز۔ ہر قوم۔ ہر ملک اور ہر آدمی

کی زندگی کا کوئی نہ کوئی مشن ہوا کرتا ہے۔
تم ہو اپنی زندگی شروع کر رہے ہو۔ شروع
کرنے سے پہلے مشن کو اچھی طرح سمجھ لو۔ اور
تب دل کی ساری توجہ کو اس میں لگا دو۔ یہاں
تک کہ وہ ہی ایک تمہارے دل و دماغ گوشت
پوست اور رگوں ریشوں میں سرایت کر جائے۔
بات ہو تو اسی کی ہو۔ خیال ہو تو اسی کا ہو۔
چرچا ہو تو اسی کا ہو۔ تمہارے دل کے تمام
جذبات اور خیالات اس کو اپنا مرکز بنا لیں۔
اس عبادت سے بھی قوت ارادی کی بہت اچھی
طرح تکمیل ہوگی۔ اور تم پاک اور پوتر بن
جاؤ گے۔ سفلی جذبات مغلوب ہوں گے۔ اور
بہ آسانی اپنے مشن کو پورا کر کے آخر میں تم
اس میں آنند لے سکو گے۔ جو ست چت اور
آنند کہا گیا ہے۔

اس لئے دوستو! قوت ارادی کی تکمیل کو
سب سے ضروری اور مقدم سمجھو۔ اس وقت
تم کو کبھی زندگی کی ناکامیابی کی شکایت نہ
کرنی پڑے گی۔

باب دوم

ہماری رکاوٹیں

کسی درخت کے تلے ایک نوجوان یونانی بیٹھا ہوا اپنی سوسایٹی کی موجودہ حالت دنیا کی پریشانی اور آدمیوں کی عام خستہ حالی کی نسبت سوچ رہا تھا۔ اس کا دل بیقرار تھا۔ آنکھوں کی چنگاریاں اور چہرے پر کی شکنوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کا دل کوہ آتش فشاں کی طرح کھول رہا ہے اور جلد ہی بھبک کر اُبلنا چاہتا ہے۔ نوجوان سمجھتا تھا۔ میں اکیلا ہوں مگر درخت سے ذرا فاصلہ پر ایک

اور آدمی بیٹھا تھا۔ جو سنجیدہ مزاج تجربہ کار اور دانشمند تھا۔ جو جھاڑیوں کی اوٹ میں بیٹھا ہوا اس کی حرکتوں کو دیکھ رہا تھا۔ نوجوان شخص آخرکار اپنے جذبات کو ضبط نہ کر سکا۔ اور وہ جوش و خروش کے لہجہ میں جس میں بہت بڑی مقدار یاس و ناامیدی کی بھی شامل تھی۔ بول اٹھا۔ ہائے ہماری قومی حالت کیسی خراب ہے۔ باطل پرستی اور توہمات نے ہماری کیسی درگت بنا رکھی ہے۔ ہم رسم و رواج کے ہاتھوں کیسے غلام بن گئے ہیں۔ ہمارے پاؤں میں کیسی سوشل برائیوں کی زنجیر پڑ گئی ہے۔ جہاں ہم جاتے ہیں۔ جہاں بیٹھتے ہیں اور جہاں اٹھتے ہیں۔ یہ زنجیر کھڑکھڑا اٹھتی ہے اور سننے والے جان جاتے ہیں۔ "یہ غلام ہے۔ اس کو آزادی حاصل نہیں ہے۔ یہ آزادی پسند نہیں ہے۔ اس کی ترقی کا دروازہ بند ہو گیا۔ انسان کی فہرست میں اس کے لئے کوئی جگہ مخصوص نہیں رہی زندگی کے آثار مفقود ہیں۔ مردنی چھائی ہوئی ہے افسوس! کیا یہ حالت یوں ہی ہمیشہ قائم رہ سکے گی۔ کیا ہمارے نوجوان اپنے قومی فرض کو نہ سمجھیں گے؟ کیا ہمارے بوڑھے اپنے عقل و تجربے سے کام نہ لیں گے۔ اور کیا قوم کے

افراد اتحاد و یک جہتی کے اصول کو سمجھ کر اپنی قوت متحدہ سے اس پریشانی اس خستہ حالی اور ذلت کو دُور کرنے کا انتظام نہ سوچیں گے؟ موت موت!! موت!!! ہر چہار طرف موت کے نظارے نظر آرہے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے کبھی دنیا میں نام پیدا کیا تھا۔ جن کی دانائی ضرب المثل تھی وہ کس طرح آج کتوں کی موت مر رہے ہیں۔ ان میں انسانیت ہے۔ نہ اخلاق ہے۔ نہ دانش ہے۔ نہ ہمت ہے۔ نہ عقل ہے۔ نہ علم ہے نہ ترکیب ہے۔ جس سے یہ پھر انسان بنتیں ہے۔ تدبیر ہے۔ جس سے ان میں جوش آوے۔ پیدا ہو۔ جرأت اور دلیری عود کر آئے؟ مگر میں چاہتا ہوں۔ مرد میدان بن کر ان کو راہ راست پر لاؤں۔ سوئے ہوؤں کو بیدار کر دوں۔ مگر میں کیا کروں۔ نہ میرے پاس دولت ہے۔ نہ اسی کو شہرت حاصل ہے۔ نہ میرا کہیں رسوخ ہے۔ نہ کہیں میری عزّت ہے۔ نہ میرے ساتھی ہیں۔ نہ ہم خیال ہیں۔ کاش! اگر یہ سب سامان مہیا نہ ہوسکتے۔ تو میں ایک مرتبہ دنیا کو بتلا دیتا اور وہ بھنبھیری کی طرح ناچتی ہوئی نظر آتی ''

نوجوان نے ابھی اپنی خود گوئی کے سلسلہ کو ختم نہیں کیا تھا۔ کہ وہ دانا شخص جو جھاڑیوں میں شانتی کے ساتھ بیٹھا ہوا اس ناتجربہ کار نوجوان کی حرکات و سکنات کو دیکھ رہا تھا اپنی جگہ سے اُٹھا اور اس کے پاس آکر کہنے لگا۔ "

نوجوان! نوجوان!! یہ تو کیا کہتا ہے۔ دُنیا کے دہر کو ہلا دینے کے لئے [illegible]ت۔ حرمت۔ دولت و شہرت کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ تو صرف اپنے دل کو ایک مرتبہ ہلا دے۔ ساری دنیا خود بخود ہل جائے گی۔ تو اپنی ذات کی صلاح کر لے۔ دُنیا میں اصلاح کے شعبے ہر جگہ نظر آنے لگیں گے۔ تو نیک بن جا اور سب خود بخود نیک ہو جائیں گے۔ تو کوشش میں لگ جا۔ اور کسی آدمی کے ہاتھ بیکار نہ ہوں گے۔ دنیا کی حالت بدلنے والا تو ہے۔ برائیوں کی جڑ کاٹنے والا اور بھلائیوں کو واپس لانے والی صرف تیری ذات ہے۔ کسی قسم کی خارجی مدد کا محتاج کیوں بنتا ہے۔ اپنے دل کے پردوں میں گھس جا اور وہاں دیکھ کس چیز کی کمی ہے۔

نوجوان نے اپنا سر اونچا کیا۔ جو بُزرگ

اس کو نصیحت کر رہا تھا۔ وہ سقراط تھا۔ جو اس زمانہ میں علم الروح علم الاخلاق و علم السیاست میں ایک خاص نظریہ کا موجد ہوا ہے۔ اور جس کے شاگردوں کی تحقیقات تجربات آج تک دنیا میں استحجاب کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔"

اس نصیحت نے نوجوان کی مابعد زندگی میں کیا نتیجہ پیدا کیا۔ اور اس نے اپنے ملک کی اصلاح میں کیا کیا کار نمایاں کئے نہ ہم کو معلوم ہے اور نہ ہم یہاں کچھ بیان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہاں پر ہم کو صرف اس قدر کہنے کی ضرورت ہے کہ جن کو اپنے ابنائے جنس کا مفاد مدنظر ہو۔ اور وہ سقراط کے ان لفظوں کو اپنے دل کے تختہ پر لکھ لیں۔ "جو دنیا کو ہلانے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ سب سے پہلے اپنے دلوں کو ہلائیں۔ دنیا خود بخود ہل جائے گی۔"

نوجوان کی زبان سے جو الفاظ نکلے۔ وہ کس سچائی کے ساتھ ہماری موجودہ ذلت و نکبت سے مشابہ ہیں۔ سقراط کے زمانہ میں یونان کی حالت ایسی بری نہیں تھی جس کی

تصویر اس نوجوان شخص کے لفظوں میں موجود
ہے۔ مگر ہم بیچ پیچ گرے ہوئے ہیں۔ اور
جس طرح وہ اپنی فرضی بے بسی خیالی بے کسی
اور غلط بے سرو سامانی کی شکایت کر رہا تھا۔
آج وہ ہمارے نوجوانوں میں بھی وہی کیفیت
نظر آتی ہے۔ ہاتھ پاؤں ہلانا تو درکنار۔ ان
میں سے اول تو تعداد کثیر کو اپنے اِرد گرد
کے حالات سے واقفیت ہی نہیں ہے۔ اور
جن میں کچھ تھوڑی سی سمجھ بوجھ ہے۔ وہ
ہر وقت بے معنی شکائتیں کیا کرتے ہیں۔ وہ
ترقی اس وجہ سے نہیں کرتے۔ کہ ان کی سرپرستی
نہیں کی جاتی۔ وہ اس خیال سے قوم کی بلائیں
دور کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ بدنصیب
قوم ان کی بات سننے سمجھنے کے لیے اپنے کان
نہیں جھکاتی۔ ان کا قدم اس وجہ سے کامیابی
کی شاہراہ پر نہیں پڑتا۔ کہ ان کے راستہ
میں رکاوٹیں ہیں۔ وہ چلاتے ہیں۔ جھجکتے ہیں۔
کاش یہ رکاوٹیں سدِ راہ نہ ہوتیں۔ تو ہم
آج کہاں پہنچے ہوتے۔ جاپان نے پچیس برس
کے عرصہ میں حیرت انگیز کرشمہ دکھلایا ہے۔
ہم بھی کیا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ مگر کیا

کریں ۔ مجبور ہیں ۔ لاچار ہیں ۔ وہ سہولتیں جو
جاپان کو حاصل ہیں ۔ ہم کو میسّر نہیں ۔ وہ
آسانیاں جو جاپانیوں کے ہاتھ میں ہیں ۔ ہم کو
نصیب نہیں ۔ ہمارے پڑوس میں رہنے والے
اپنے آپ کو سنبھال رہے ہیں کیونکہ انھوں
نے حقیقت کو پالیا ہے ۔ اور وہ اتفاق کے
اصول کو جانتے ہیں ۔
یہ اور اس قسم کے الفاظ وقتاً فوقتاً
ہمارے ہونہاروں کی زبان پر رہتے ہیں ۔ مگر
وہ نہیں سمجھتے کہ اگر یہ رکاوٹیں سدِ راہ نہ
ہوتیں ۔ اگر یہ دقتیں حائل نہ ہوتیں ۔ تو پھر
ان کے کام کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی ۔
میدان صاف ہوتا ۔ گیند اِدھر سے اُدھر
لڑھکتا رہتا ۔ مگر چونکہ یہ حالت نہیں ہے
اس لئے ہم کو جد و جہد کرنے ہاتھ پاؤں
مارنے کی ضرورت ہے ۔ دنیا ایک رزمگاہ
ہے ۔ جس کے کھلے میدان میں تلواریں کھڑکتی
رہتی ہیں ۔ یہ ایسے سنگرام کی جگہ ہے ۔
جہاں دیوتا اور راکشش ہمیشہ لڑتے جھگڑتے
رہتے ہیں ۔ جس کا نام زندگی ہے وہ دراصل
شانتی اور سکون و راحت کا نام نہیں ہے ۔

بلکہ کوشش سرگرمی اور محنت کی حالت کا نام
ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس کائنات میں
ایک ایک ذرہ حرکت میں ہے۔ جس کو تم
آج کچھ دیکھتے ہو۔ کل وہ کچھ بن جائیگی
دنیا لمحہ بہ لمحہ تبدیل ہو رہی ہے۔ میز کی
لکڑی کے ذرے اندر ہی اندر متحرک ہیں۔
ممکن ہے تم ہمارے ان الفاظ کو اس وقت
اچھی طرح ذہن نشین نہ کر سکو۔ لیکن برس
دو برس چار برس کے بعد اس میز کو دیکھو
کیا کیفیت ہے۔ چکنی سطح کی جگہ کھردراپن
ہو گا۔ خوبصورت پائے کئی جگہ سے ہل جائیں
گے۔ کیل کانٹے سب ڈھیلے پڑ جائیں گے۔
کیوں ایسا کیوں ہے اس لئے کہ اس کے
ذروں میں (جن کے لئے سنسکرت) کا لفظ
پرمانو زیادہ موزوں ہے) برابر حرکت کی وجہ
سے تغیر حالت ہوتی رہی اور وہ کچھ کے
کچھ بن گئے اسی طرح جیسے تم کو ایک بنی
ہوئی چیز کے بگڑنے کی مثال دی گئی۔
ویسے ہی بگڑی ہوئی چیز کے بننے کی
حالت دکھائی جا سکتی ہے۔ یہ بننے
بگڑنے کا نقشہ ہمیشہ ہر جگہ اور ہر وقت

اور ہر چیز میں نظر آئے گا۔ کیونکہ جہاں حرکت کا قانون کام کرتا ہے۔ وہاں جگہ و حالت کی تبدیلی ضروری ہے۔ جہاں کارج و کارن (علت ومعلول) کا اصول برتا جاتا رہا ہے۔ وہاں ہر سبب کا کوئی نہ کوئی نتیجہ ظاہر ہوکر رہے گا۔ جہاں کرم کا کبھی نہ آرام لینے والا چکر گردش میں رہتا ہے وہاں بن کر بگڑنا اور بگڑ کر بننا لازمی بات ہے۔ اس سے کسی کو چارہ نہیں۔ اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اسی سے کسی دیوتا۔ کسی منیشہ۔ کسی فرشتہ یا (گستاخی معاف) کسی اصلی یا فرضی خدا کا ہاتھ بھی ہم کو نہیں بچا سکتا۔ سردم سروتر۔ سربدا" سب میں سب جگہوں میں سب زمانوں میں یہ تبدیلی ضروری ہوتی رہے گی۔ کیونکہ جد و جہد و کشمکش کے لیئے یہ ضروری و لازمی امر ہے۔ اور یہ جد و جہد مبارک ہے۔ کیوں کہ اسی کی وجہ سے سب کچھ ممکن ہے۔

جو لوگ یہ شکایت کیا کرتے ہیں۔ کہ رکاوٹیں نہ ہوتیں تو وہ بہت بڑا کام کرسکتے۔ وہ مسخرے ہیں۔ اور انھوں نے نہ رکاوٹ کے لفظ پر کبھی غور کیا نہ ان کے اُستادوں نے اس طرف کبھی ان کی توجہ منعطف کرائی۔

رکاوٹ ہمیشہ وہاں ہوتی ہے۔ جہاں دو مختلف قسم کی چیزیں ایک دوسرے سے ہاتھا پائی کرنے کے لئے تیار رہتی ہیں۔ یہ دنیا ایسی جگہ ہے۔ یہاں کسی دو چیز میں ہمجنسی نہیں ہے۔ اختلاف قدرت کی جان ہے اگر تمہارا جسم مادی ہے۔ تو اس کی تہوں کے اندر روح موجود ہے۔ اگر تمہارے من میں سنکلپ اُٹھتا ہے تو ساتھ ہی وکلپ بھی ہے۔ اگر تم خوش ہو تو کبھی دُکھی بھی ہوتے ہیں۔ اگر کبھی سردی کی تکلیف محسوس کرنی پڑتی ہے تو ساتھ ہی گرمی بھی جسم میں حرارت پھونکتی رہتی ہے۔ شہد کے ساتھ مکھیوں کے ڈنک رہتے ہیں۔ گلاب کے خوشنما پھول کے دامن سے نوکیلے اور بھدی شکل کے کانٹے اُلجھے ہوئے ملیں گے۔ جہاں راگ ہے جہاں دویش ہے۔ جہاں پانی ہے۔ وہاں آگ بھی ہے۔ جہاں محبت اور شانتی ہے وہاں نفرت اور اشانتی بھی ہے۔ اس کو ہمارے شاستروں میں دوند کہتے ہیں۔ اور اس طبقہ میں جہاں ہم رہتے ہیں۔ اس دوند کے علاوہ کوئی دو چیز ایک شکل کی نہ ملیں گی۔ تمہاری دو آنکھیں ایک سی نہیں ہیں۔ کسی درخت کے دو پتے ہمشکل نہیں ہوتے۔

ایک ہی۔ لیتھو گراف پریس کے یہ چھپے ہوئے کاغذ کبھی ایک سے نظر نہ آئیں گے اور مصوّر ہزار کوشش کرے مگر فوٹو گراف کی عکسی دو تصویریں ممکن نہیں کبھی ایک طرح کی نکل سکیں کیونکہ یہ دنیا اسی طرح بنائی گئی ہے بنانے والے نے اس کے بنانے میں کوئی خاص مقصد پیش نظر رکھا ہے۔

جہاں دوند کی حالت ہے۔ کیسے ممکن ہے۔ قرار و سکون کی اُمید کی جا سکے۔ جہاں دو مختلف جنس کے اصول کام کرتے ہوں۔ کیسے ممکن ہے۔ مڈبھیڑ نہ ہو سکے یہ لازمی ہے۔ اور اس کا ہونا ضروری بلکہ نہایت ہی ضروری ہے۔

اگر یہ مختلف اکالی نہ ہوتی تو پھر ہم کو جد و جہد کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ مختلف اکالی بیّن ثبوت ہے کہ ہم ہاتھ پاؤں مار کر اپنے مقصد کو حاصل کریں۔

دنیا میں ہر شخص کا ہر قوم کا و ہر ملک کا ایک خاص مشن ہوا کرتا ہے اور جب ہاتھ پاؤں نہیں مارا جاتا۔ کامیابی امر محال ہوتی ہے۔ ہر شخص کی زندگی کا کیا مشن

ہے۔ یہ ایک نہایت لمبی بحث ہے۔ اس کی صراحت اور وضاحت بھی فضول ہے۔ یہاں پر ہم کو صرف اتنا ہی کہنا چاہیئے۔ کہ

ہر کسے را بہر کارے ساختند

جس طرح ایک شخص کو قدرت نے کسی خاص کام کے لئے موزوں کیا ہے۔ اور اس کو اسی نوعیت کی قابلیت و لیاقت عطا کی ہے۔ ویسے ہی ہر ملک و ہر قوم کی نسبت ذرا غور کرنے سے سمجھ میں آجاتا ہے۔

اس مقصد کی کامیابی کے لئے ضرورت ہے کہ اس کی راہ میں رکاوٹیں پیدا ہوں۔ رکاوٹیں اگر نہ ہوں تو پھر وہ کام کیا خاک کرے گا؟ ان رکاوٹوں کو ہم نے مبارک کہا ہے۔ اور اس وقت عمداً ہم پھر ان کا اعادہ کرتے ہیں کہ یہ سب سے ضروری لازمی اچھی اور خوش گوار چیزیں ہیں۔ اور ہم اس کو مثال دے کر تمھیں سمجھانے کی کوشش کریں گے۔

اوّل رکاوٹوں سے ہم کو اپنی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے۔

دوسرے۔ رکاوٹوں کی وجہ سے ہم اپنی طاقت کو مشاقی سے المضاعف کرسکتے ہیں۔ اس کو

دُور کر سکتے ہیں۔
تیسرے۔ رکاوٹوں کی سڑک پر سے گذر کر ہم کو منزل تک پہنچنا ہوتا ہے۔
یہ تین باتیں ہیں۔ جو ہم سردست (صرف اسوقت) اپنے پڑھنے والوں کو سمجھانا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے ہمارے پڑھنے والوں میں بعض تمسخر پسند طبیعتیں کہنے لگ جائیں کہ سادھو بھی عجیب آدمی ہے جو رکاوٹوں کو مبارک بتارہا ہے۔ اور کیا عجب جیسے آجکل سادھوؤں کی شان میں طعن و تشنیع کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ ہمارے لئے بھی موزوں تصوّر کئے جائیں۔ مگر ہم یقین دلانا چاہتے ہیں۔ کہ یہ بالکل صحیح اور لفظ بہ لفظ درست ہے۔

۱۔ رُکاوٹوں سے طاقت کا اندازہ کرنا

ہم دیکھتے ہیں جب ہم کوئی کام کرنے کے

لئے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ ہم کو فوراً معلوم ہوجاتا ہے۔ کہ ہم میں کس حد تک طاقت ہے۔ اور اس کو تجربہ کی وسعت کے ساتھ کیسے استعمال کرسکتے ہیں۔ رکاوٹ کے بغیر اس کا علم ہونا غیر ممکن ہے۔ رکاوٹ ہماری طاقت کو نشوونما دیتا ہے۔ اور ہم تجربہ سے سیکھ جاتے ہیں۔ کہ کس طرح پہلو بدل کر جسم کے رگ وپٹھوں کو مضبوط بناکر اپنی رکاوٹ کے اسباب کو دُور کر سکتے ہیں۔ اور یہ بھی سمجھ میں آجاتا ہے۔ کہ کونسے ذرایئع استعمال کریں۔ کیا کیا غذائیں کھائیں۔ کیا اور کس قسم کی ورزش سے کام لیں تاکہ یہ نقص دُور ہو۔ کیا یہ غلط ہے؟ کبھی نہیں۔

رکاوٹوں کی وجہ سے طاقت کی مشاقی

یہ دوسرا فائدہ ہے جو ہم نے ذرایئع کے استعمال سے طاقت بڑھانے کی ہدایت کی ہے۔

یہاں ہم بتاتے ہیں کہ جب ہم لگاتار اپنی رکاوٹوں
سے لگاتار جنگ کریں گے یا کرتے رہیں گے۔
تو ہم میں خود بخود طاقت آتی جائے گی یہ طاقت
باہر سے نہیں۔ بلکہ ہمارے اندر سے اور پرماتما
کے اندر سے آوے گی۔ جو ہمارے ہی اندر
بیٹھا ہوا ہے۔ ہر چیز اپنے اصل کی طرف ہی
رجوع ہوتی ہے۔ اور اس سے مدد حاصل
کر لیتی ہے۔ آپ دیکھیں گے۔ جب زمین
سے میخ اکھاڑنے کی ضرورت لاحق ہوتی
ہے۔ تو انسان ہاتھ لگانے پر جب اس
کو اٹل پاتا ہے تو آنکھ بند کر کے کچکچاتا ہے۔
اور من کی ساری چھپی ہوئی قوت اس کے
ہاتھوں میں آجاتی ہے اور میخ اکھڑ جاتی
ہے۔ اسی طرح قومی و ملکی مصائب کے وقت
انسان اپنی قوم کے دلوں سے مدد لیتا ہے
خواہ پرماتما کی طرف جو ہمارا اصل ہے رجوع
ہوتا ہے۔ اور اس کی مدد سے دقتوں کی
بیخ کنی کر کے تب چین لیتا ہے یہاں ہم اپنے
خیال کی مزید صراحت کے لئے ایک مثال سے
کام لیتے ہیں فرض کرو کسی چشمہ سے باغ
کی کیاری میں نہر کے ذریعے پانی جا رہا ہے۔

اتفاق سے کیاری کے نزدیک پتھر یا اینٹ کا ٹکڑا اٹک گیا۔ پانی ہزار کوشش کرتا ہے مگر وہ ٹکڑے کو جنبش دینے میں ناکام ثابت ہوتا ہے۔ آخر بار بار چشمہ کی طرف رجوع کرنے سے وہ مزید طاقت و پانی کی مقدار کثیر حاصل کر لینے پر اس کو یکبارگی اٹھا کر ترانے کی آواز کے ساتھ اپنے راہ سے دُور کر دیتا ہے۔ اور پھر کیاری سیراب ہو جاتی ہے۔ اس طرح پرماتما سے بار بار پرارتھنا کرنے اور بار بار مدد مانگنے سے ہماری رکاوٹیں اسی کی مدد سے دور ہو جاتی ہیں۔

۳۔ رُکاوٹوں سے گذرکر

مقصد میں کامیابی

ہم سمجھتے ہیں۔ اس بات کو ہر شخص اچھی طرح سمجھتا ہوگا کہ ہم کو اپنی منزلِ مقصود

تک پہنچنے کے لیئے رکاوٹوں سے نپٹنے اور اُن کو پیچھے چھوڑنے کی ضرورت ہے۔ اگر رکاوٹیں نہ ہوں تو ہم مقصد کو کبھی حاصل ہی نہیں کر سکتے۔ بات تو سہل ہے مگر سمجھنا اور سمجھانا مشکل ہے۔ اس لیئے ہم یہاں بھی مثال ہی سے سمجھانے کی کوشش کریں گے۔ تمہارے پاس ایک بائیسکل ہے۔ تم اس پر چڑھنا چاہتے ہو۔ زمین رکاوٹ ہے۔ لیکن اگر زمین نہ ہو تو پھر بائیسکل کس پر چلے گی؟ ضرورت اس کی ہے کہ تم سخت زمین کو پاکر ذرا زیادہ اپنے پاؤں کو جنبش دو اور بائیسکل چلنے لگے گی اور تم اپنی منزل پر پہنچ جاؤ گے۔ اسی طرح تمہاری روح ہے جسم ہے جسم روح کی راہ میں رکاوٹ ہے لیکن اگر جسم نہ ہو تو پھر کیسے منزلِ مقصود کو پا سکو گے؟ اس لیئے ہر ترقی کے لیئے رکاوٹ نہ صرف ضروری ہے بلکہ پہلی چیز ہے۔ بغیر رکاوٹ کے تم کو نہ کبھی اپنا نہ پرائے کا گیان ہوسکتا ہے۔ نہ تم عالم ہو سکتے ہو۔ نہ فاضل ہو سکتے ہو۔ نہ اپنا

اصلی روپ دیکھ سکتے ہو۔ نہ اپنی ذات کو پہچان سکتے ہو۔ یہ رکاوٹ ہی ایک ایسی چیز ہے جو تم کو اپنے مطلوب محبوب اور معشوق سے ہمکنار کرتی ہے۔ اور تب جاکر تم اس قدر پہچانتے ہو۔ کس قدر جد وجہد کر کے اپنی رکاوٹوں سے ٹکرا کر تم مقصد حاصل کر لیتے ہو۔ ایک اور مثال سے تم اچھی طرح سمجھ جاؤ گے۔ تمہاری میز پر ایک آئینہ رکھا ہے تم اپنی صورت دیکھنے کے شایق ہو۔ آئینہ کی طرف نگاہ جاتے ہو۔ تمہاری آنکھ کی ڈرِٹی (دِہار) نکل کر آئینہ سے ٹکر کھاتی ہے۔ اور تب تم اس میں اپنی شکل کا عکس دیکھتے ہو۔ اگر یہ ٹکر دینے والی چیز نہ ہو تو تم کو کیسے اپنی شکل کا علم ہو سکے گا۔ اسی طرح روح بغیر مادہ کی مدد کے کبھی اپنی ذات کا علم حاصل نہیں کر سکتی۔ نہ اپنے جلال کو دکھا سکتی ہے۔ حالانکہ مادہ روح کی راہ میں سخت رکاوٹ ہے۔ ہم سب لوگ اپنے نفس کی شکایت کرتے ہیں۔ اہنکار اور غرور کی برائی کرتے رہتے ہیں۔ اور اسی طرح عام طور سے کہنے کے

عادی ہیں۔ کہ ان چیزوں کی وجہ سے ہماری روحانی ترقی نہیں ہوتی۔ مگر ہم بھولے ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان کے بغیر ہماری روحانی ترقی کبھی کسی حالت میں بھی ممکن نہیں۔

اس لیئے نوجوان عزیزو! ہوشیار رہو۔ کبھی تمہاری زبان پر رکاوٹوں کی شکایت کا لفظ نہ آنے پاوے۔ آؤ۔ اس دنیا کے سنگرام میں تم بھی با حوصلہ ییشم کی طرح ڈٹ جاؤ۔ رکاوٹوں سے اڑو۔ آؤ ہماری طاقت کا اندازہ لگاؤ۔ جو دقتیں آنے کو ہیں۔ ان کو چیلنج دو دمباز پہلوان کی طرح خم ٹھونک کر کشتی لڑنے لگ جاؤ تمہارے سامنے اپنی صفات اپنی شکل اور اپنی اصلیت کا اثر ہر وقت موجود رہے۔ تم سمجھ لو ہم آتما ہیں۔ لیکن پرکرتی ہماری ہے۔ یہ سب سامان ہمارے ہیں۔ ہم مالک ہیں۔ اور یہ سب غلام ہیں۔ اور جب تم اس طرح سمجھ کر اکھاڑے میں کود پڑو گے۔ کونسی دقتیں ہیں۔ جو تمہارے سامنے آکر تعظیم کے لیئے سرنہ جھکا دیں گی؟ کونسی مشکلیں ہیں جو سدِ راہ

بن کر کبھی تم کو کامیاب نہ ہونے دیں گی ؟

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود
مرد باید کہ ہراساں نہ شود

ایک قصہ سُنو! لنکا جاتے وقت سمندر سدِ راہ تھا کوئی تدبیر نہیں سوجھتی تھی۔ کہ کس طرح اس عمیق و وسیع آبنائے کو پار کیا جائے۔ بانکا لکشمن تیر و کمان لے کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ " ابھی ان آتشیں تیروں سے سمندر کے پانی کو خشک کر دوں گا۔ اس کے تمام جانور جل کر خاک ہو جائیں گے۔ خود بخود راستہ نکل آئے گا" سمندر ڈرا ہاتھ میں موتیوں کا ہار لئے ہوئے حاضر ہوا " مہاراج دیا کیجئے۔ سمندر پر نظر عنایت ہو۔ آپ پُل باندھ کر لنکا چلے جائیے۔ میں مدد کروں گا۔" یہ بلند ہمت والوں کی باتیں ہیں۔ اس قصہ میں استقلال کے پیرایہ میں لکشمن کی تقریر بیان ہوئی ہے۔ جو حاضر ہوا تھا۔ ممکن ہے سمندر کے ساحل والے کسی ملک کا راجہ ہو۔ جو ان کے تیروں کی مار سے خوف سے گھبرا گئیں

کی تدبیر بتائی۔

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق
باشد بہ قدر ہمت تو اعتبار تو

عزیزو! تم بھی اس لکشمن کی مثال سے فائدہ اُٹھاؤ۔ اس دنیا میں کون ہے۔ جو تم سے بڑھ کر ہو سکتا ہے۔ تم لا یزال۔ لافانی۔ زندہ۔ جاوید۔ آتما سب کی حفاظت کا دم بھرنے والے اور تم اس طرح کھو جائیے! دقتوں کی موجودگی میں کیسے اپنی قومی بُرائیوں کو دور کر سکیں۔"

اے مرداں بکوشید جامہ زناں نہ پوشد

تم نے گزشتہ زمانوں میں غیر ممکن کر دکھلایا دنیا میں کوس لمن الملکی بجایا۔ اپنے اُپدیشوں سے سطح عالم کو گونج دیا۔ تم ہی تو تھے۔ جس نے شانتو کا پتر بن کر دیدڑھ پرتگیا کی اور بھیشم کہلائے۔ اب تم کو کیا ہو گیا۔ جو ذرا ذراسی دقتوں سے گھبرا اٹھتے ہو۔ سوئے ہوئے شیر مردو بیدار ہو جاؤ۔ اگر اپنی سوسائیٹی کی اصلاح چاہتے ہو۔

اپنی اصلاح کرو۔ اگر اپنی قوم کو نفس کش بنانا چاہتے ہو خود نفس کش بنو۔ اگر سائنس و فلسفہ کو اپنا مددگار بنانا مقصود ہے تو کیوں خود طالبعلم کی وضع اختیار نہیں کر لیتے؟

اگر یہ منظور ہے کہ قوم کے دل ہل جائیں۔ تو اپنے دل کو ہلا دو۔ دیکھو کیسی کھلبلی مچ جاتی ہے۔ اور کیسے ہر چہار طرف زندگی کے آثار نمایاں صورتیں اختیار کر لیتے ہیں۔ آتما۔ کیا نہیں کر سکتی۔ آؤ اپنی ذات کو سمجھو۔

رکاوٹیں مبارک ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتیں تو پھر ہمارے تمہارے خواہ کسی کے کام کی ضرورت کیا تھی۔ ان کا مطلق خیال نہ کرو۔ زندگی کے چاہے کسی اصول کو ہاتھ میں نہ لو۔ اور ان دقتوں کو رکاوٹوں کا مانجھا دے کر اس طرح صاف شفاف بنا دو کہ ان میں بھی تمہاری صورت نظر آنے لگے۔

اور تم اس سوراج کو حاصل کرلو جو تمہارا اپنا ہے۔ جو تم کو سنتوں۔ مہاتماؤں۔ رشیوں۔ منیوں براہمنوں اور کشتریوں سے میراث میں ملا ہے۔

اہنکار بُرا ہے۔ اور اہنکار اچھا بھی
ہوتا ہے۔ اہنکار سے اچھی کوئی چیز نہیں۔
جس وقت آدمی ناحق غرور کرتا ہے۔
اس وقت یہ خراب ہے۔ لیکن جب
اپنے اوپر بھروسہ رکھ کر کسی
کام کو ہاتھ میں لیتا ہے۔ اس وقت یہ

نہایت اچھی چیز ہو جاتی ہے۔ اہنکار کا
لطیف حصہ وہ ہے جو انسان کے اہم
بھاؤ کو تقویت دے کر اس کا رخ ترقی
کی معراج کی طرف پھیر دیتا ہے۔
ایسی حالت میں وہ سوائے اپنے اور
کسی پر بھروسہ نہیں کرتا۔ اور
تمام دقتوں کو پامال کرتے ہوئے رکاوٹوں
پر غالب آتے ہوئے اپنا راستہ بنا لیتا
ہے۔ یہ اہنکار اچھا ہے۔ دنیا اس
کے بغیر ہیچ ہے۔ کوئی کیوں کسی
کا احسان اٹھائے؟ کیوں خود اپنا
کام آپ نہ کرے؟

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است
رفتن بہ پائے مردی ہمسایہ در بہشت

دلیر۔ جاندار اور ہمت والے آدمی اسی
اصول پر کام کرتے ہیں۔ بہتر ہے تم بھی
اس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ اور
اپنے کام میں جس کامیابی کی تم کو امید
ہے۔ جس کامیابی کو تم کسی وقت حاصل

کر سکتے ہو۔ اس کا وقت اب ہے۔ تم میں ساری قابلیتیں۔ ساری لیاقتیں موجود ہیں سب کا سرچشمہ تمہارے اندر ہے۔ تم مجہولیت کی حالت میں پڑے ہوئے ہو۔ ان کو اک ذرہ حرکت دینے کی دیر ہے۔ اور یہ عجیب و غریب کل (انجمن) جہاں حرکت میں آئی کہ کام کی ابتدا ہو گئی۔

جب حرکت شروع ہو جاتی ہے۔ پھر کسی کی طاقت نہیں کہ بند کر سکے۔ زندگی اپنا عمل دخل کر لیتی ہے بسبب؟ کیونکہ اس وقت زندگی اس لامحدود طاقت اس بے پایاں قوت اور اس بے حد و حساب زندگی سے مل رہتی ہے۔ جو محیط کل کہلاتا ہے۔ تب نہ کوئی دقتوں کی شکایت کرتا ہے۔ نہ وقت کا گلہ باقی رہتا ہے اس کی حیثیت ہی بدل جاتی ہے۔ اس کا دل مظہر اور مصدر بن جاتا ہے۔ گیان کا دھیان کا بل کا پرشارتھ کا۔ سوائے تمہارے اور کوئی شخص تمہاری ہمت کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ جب تم

اس طرح متحرک بن کر کام کرنے لگ جاتے ہو۔ تمام دوسری قوتیں جو متماثل و مشابہ ہیں۔ باہمی ہمدردی کے قانون کے زیر اثر کھچ کر تم کو اپنا مرکز بنالیتی ہیں۔ اور تم سے ایسی باتوں کا اظہار ہونے لگتا ہے۔ جس کا کبھی کسی کو سان گمان بھی نہیں ہوتا۔

ذرا دیکھو۔ اسٹیشن پر ریل کا انجن کھڑا ہے۔ بھاپ کی طاقت اس میں بھری ہے۔ زندگی کی حرکت نے اپنے جوش کو اندر ہی اندر روک رکھا ہے۔ انجنیئر کے صرف ہاتھ لگانے کی دیر ہے۔ جہاں اس نے ہاتھ لگایا۔ انجن شور مچاتا ہوا آگے کو بڑھ نکلا۔ پھر کیا وہ ٹھہرتا ہے؟ اسی طرح تمہاری بھی کیفیت ہوگی ذرا بے خوفی سے ہمت سے دلیری سے اپنے دل کے انجن کو ہاتھ لگادو۔ اور وہ حرکت میں آجائے گا۔

صرف ایک خیال کو دل میں جگہ دو۔ دنیا میں کوئی شخص بہت سے کام نہیں کرسکتا۔ ناحق پس و پیش میں وقت ضایع نہ کرو۔

زندگی کا آئیڈیل سامنے رکھ لو۔ اور ہر وقت ہر لمحہ اسی کی طرح بننے کی کوشش کرو زمانہ گذشتہ و آئندہ کا خیال چھوڑو۔ ان سے عاریت لینے کی کبھی فکر نہ کرو۔ کیونکہ وہ مر گئے ان میں زندگی نہیں، زندگی موجودہ وقت میں ہے۔ صرف موجودہ وقت تمہارا ہے۔ ساری طاقت کا خزانہ تمہارے اپنے اندر ہے۔ باہر کہیں نہیں ہے۔ یہ سوچ لو۔ سمجھ لو۔ ذہن نشین کر لو۔ دائمی زندگی اب ہے۔ دائمی زندگی کے جاننے سمجھنے اور حاصل کرنے کا وقت بھی یہی ہے۔ خبردار! دھوکہ نہ کھاؤ دھوکے میں نہ آؤ۔ اسی وقت اپنے آپ کو پہچانو۔ پہچاننے کی فکر کرو۔ سب کچھ کر سکو گے۔ اور سب کچھ کر لو گے۔

آپ آپ کو آپ پہچانو
کہا اور کا کبھی نہ مانو

جہاں ہو وہیں ٹھہر جاؤ۔ تھوڑی دیر کے لئے خاموشی اور سکون اختیار کر لو۔ تھوڑی دیر غور

کرو۔ سوچو غور کرنے کے ساتھ ہی تمہارے
دل کے آئینہ میں 'آتما' کا عکس پڑے گا۔
اور تم دُنیا میں اپنی وارثت اور اپنے
حق کو جان لوگے۔ تم کو وہ بات معلوم
ہوگی جس کی پہلے تمھیں خبر ہی نہ تھی۔
باریکیوں کے پردے اُٹھنے لگیں گے۔ عجیب
و غریب خوبصورت منظر نظر آئیں گے۔ راز
و نیاز کا دروازہ کُھل جائے گا۔ اور تم
کامیابی کی کنجی ہاتھ میں لے کر سچی خوبصورت
اور زندہ مخلوق کے لئے اس صندوق کے
پٹ کو کھول کر رکھدو۔ جس میں زندگی بھری
ہوئی ہے۔ تاکہ سب زندہ بن کر ہر جگہ
گوشہ گوشہ میں زندگی کے دھاروں کو
پھیلا سکیں۔ یہ کامیابی ہے۔ اس کی سچی
سمجھ صرف اس وقت آوے گی۔ جب تم
اپنے دل میں خود سوچنے سمجھنے لگو گے۔

تم چاہتے ہو کہ پس و پیش کی عادت
پر غالب آؤ۔ تمہاری خواہش ہے۔ کمزوریوں
کی جڑ کو اکھیڑ کر پھینک دو۔ پھر سوچتے
کیوں نہیں، جس وقت سوچنے لگو گے۔
ان سے خود بخود خلاصی ہوجائے گی۔

غلامی کی زنجیر پاش پاش ہو جائے گی آزادی کا دور آئے گا۔

میں چاہتا ہوں۔ تم ایسے بنو۔ تم کو پوری آزادی عطا ہو۔ اور تم خود بہتر حالت کے پسند کرنے کے قابل ہو جاؤ۔

تم آتما ہو۔ آتما، تنگ نہیں تاریک نہیں محدود نہیں۔ تنگ خیال نہیں۔ وسعت اس کی ہے اور وہ وسعت کا ہے۔ تم چاہے اس بات کو جانو یا نہ جانو۔ مگر یہ حقیقت ہے۔ یہ سچائی ہے جو کبھی کسی حالت میں جھوٹ نہیں ہوسکتی۔ مگر اس کا علم صرف اس شخص کو ہے جس نے اس کو جان لیا ہے۔ جو امرت پُتر ہے۔ جو خود امرت ہے۔ اور دوسروں کو لافانی بتاتا رہتا ہے۔ اس کی زندگی مکمل ہے۔ پوری ہے اُدھوری نہیں ہے۔ وہ مکت ہے۔ جیون مکت اور ودیہہ ہے اور یہ حالت آئندہ کی نہیں ہے۔ اس وقت موجودہ زمانہ میں حاصل ہے۔

آؤ۔ اب اسی وقت اپنے آتم بل کا ساکشات کار کرو۔ دیر نہ لگاؤ۔ یہی کامیابی

کی کنجی ہے۔

جس شخص کو یہ کنجی مل جاتی ہے۔ وہ دُنیا کے ہر ڈیپارٹمنٹ میں کامیاب ہو گا۔ کسی قسم کی دقت اس کو نہ ستائے گی۔ نہ مایوسی اس کو پریشان خاطر بنائے گی۔

ہم چاہتے ہیں۔ یہ کامیابی کی کنجی ہمارے تمام پڑھنے والوں کو نصیب ہو۔

کتابیں
جو زندگی سنوارتی ہیں

پردہ مجاز	منشی پریم چند	ناول	۷/۰
غبن	منشی پریم چند	ناول	۵/۷۵
کربلا	منشی پریم چند	ڈرامہ	۲/۰
خواب وخیال	منشی پریم چند	افسانے	۳/۵۰
رُوٹھی رانی	منشی پریم چند		۱/۵۰
سولہ سنگار	سُدرشن	افسانے	۵/۰
نرم گرم	کنہیالال کپور	مزاح	۳/۲۵
بال و پر	کنہیالال کپور	مزاح	۳/۰
ٹیگور کے ڈرامے	۵	ڈرامے	۳/۰
شاہراہ زندگی	ترجمہ پروفیسر رام سروپ کوشل، نفیات		۲/۲۵
بات کی بات	ہنسراج رہبر	ناول	۳/۵۰
آنکے بانکے	ہنسراج رہبر	ناول	۴/۲۵
کالے دھبے گورے بدن	جمناداس اختر	ناول	۴/
راج سنگھ	بنکم ترجمہ سُدرشن	ناول	۲/۰
پریت کے گیت	الطاف مشہدی	کلام	۲/۲۵
رقص بہار	رام کرشن مضطر	″	۳/۵۰
پھوار	نریش کمار شاد	″	۲/۵۰
رُوحانی اشارے	شوبرت لال	رُوحانت	۱/۵۰
کامیابی کی کنجی	شوبرت لال	رُوحانیت	۱/–
سائیں کے سوخیال	شوبرت لال	رُوحانیت	۱/۷۵
شاہی جوگی (گوتم بدھ)	شوبرت لال	″	۶/۰

پبلشرز لاجپت رائے اینڈ سنز
اردو بازار ۔ دہلی